سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو (ہند) نمبر ۱۲۹

انجمن ترقّی اُردو کی کہانی

مُرتّبہ

مولوی غلام ربّانی صاحب
(سررشتۂ آثارِ قدیمہ سرکارِ عالی)

شایع کردہ
انجمن ترقّی اُردو (ہند) دہلی

بارِ اوّل | ۱۹۳۹ء | تعداد دو ہزار

قیمت ۴ر

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اُردو (ہند) نمبر ۱۲۹

انجمن ترقّی اُردو کی کہانی

مرتّبہ

مولوی غلام ربّانی صاحب
(سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی)

شایع کردہ

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

بار اوّل | ۱۹۳۹ء | تعداد دو ہزار

قیمت ۱۲ر

خاں صاحب عبداللطیف نے لطیفی پریس دہلی میں چھاپا

اور

منیجر انجمن ترقئ اردو (ہند) نے دہلی سے شائع کیا

پیش لفظ

یہ مفید و دلچسپ رسالہ میرے دوست سیّد غلام ربّانی صاحب نے بغیر کسی تحریک کے اپنے شوق سے اور جناب مولوی عبدالحق صاحب کی بست و پنج سالہ معتمدی انجمن ترقّیٔ اُردوٗ کی یادگار کے طور پر تحریر کیا ہے۔ لائق مضمون نگار کئی سال تک انجمن کے دفتر اورنگ آباد میں کام کرچکے ہیں اور عمدہ قوتِ مشاہدہ کے ساتھ صاف و سلیس زبان میں مضمون لکھنے کا قابلِ قدر سلیقہ رکھتے ہیں۔ ادھر اس زمانے میں انجمن کی شہرت اور کام پھیلنے کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات سے اُس کے تفصیلی حالات کا بھی تقاضا ہوتا رہتا ہے۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ غلام ربّانی صاحب کے اس رسالے کو انجمن کی طرف سے شایع کردیا جائے۔ اس دسمبر میں انجمن کی دعوت پر دہلی میں جو کُل ہند اُردو کانفرنس ہونے والی ہے، اس موقع کے لیے بھی یہ بہت اچھا تحفہ ہوگا اور دریافت کرنے والے حضرات کو انجمن کی ابتدا، نشو و نما اور موجودہ کام اور آیندہ منصوبات سے بخوبی باخبر کرسکے گا۔ فقط

دہلی
۲۸ نومبر ۳۹ء

سیّد ہاشمی (فریدآبادی)

انجمن ترقیٔ اُردو کی کہانی

سر سیّد احمد خان بہادر کی ہر جہتی اصلاح میں زبان اُردو کی اصلاح و ترقی بھی شامل ہے انہی مرحوم نے سب سے پہلے اس زبان کو بے جا اور غیر ضروری تکلّفات سے آزاد کیا اور سہل اور سادہ نثر کی بنیاد رکھی، اور اُنہی کے قلم کی برکت تھی کہ اس زبان نے قصّے کہانیوں کی سرحد سے نکل کر علمی میدان کی طرف قدم بڑھایا اور جب ملک میں اوّل اوّل ہندی اُردو کے ساتھ دست و گریبان ہوئی تو سر سیّد ہی نے سب سے پہلے اُردو کی حمایت میں اپنی گونجیلی آواز بلند کی۔

۱۸۶۶ء میں جب اُنہوں نے برٹش انڈین ایسوسی ایشن[1] کے ذریعہ ملک میں ایک ورنیکلر یونیورسٹی کے قیام کی تحریک کی اس وقت اُردو سرکاری زبان تھی، ہندی کو انگریزی دربار میں بار نہیں ملا تھا۔ گورنمنٹ نے ورنیکلر یونیورسٹی کے قیام کی تجویز پر ہمدردانہ غور شروع کیا لیکن اُردو کی یہ خوش نصیبی بعض اہلِ وطن سے نہیں دیکھی گئی، انہوں نے پہلے ہی سے لکھنا شروع کیا کہ اگر اُردو میں کوئی یونیورسٹی قائم ہونے والی ہے تو ہندوؤں کے لیے ہندی میں تعلیم کا انتظام کیا جائے[2]۔ اسی زمانہ میں فرانس کے

---

[1] ۱۸۶۶ء میں سرسیّد نے علی گڑھ میں "برٹش انڈین اسوسی ایشن" قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی اپنے حقوق اور دردِ دل اور اپنی شکایتوں کے اظہار کے لیے براہ راست پارلیمنٹ اور گورنمنٹ ہند سے تعلق پیدا کریں۔ یہی وہ ہیولیٰ تھا جس سے بعد کو "نیشنل کانگریس" کی تشکیل ہوئی۔

[2] حیات جاوید حصّہ اوّل صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷۔

نامور مستشرق گارسان دی تاسی نے کہا تھا کہ :-

"ہندو اپنے تعصب کی وجہ سے ہر ایسے امر کے مزاحم ہوتے ہیں جو اُن کو مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ یاد دلائے"[1]

برطانی حکومت ایک انسانی حکومت ہے اور ہر انسانی حکومت نا انصافی کرجایا کرتی ہے چنانچہ حکومت نے اُردو ہندی کا قصہ اس طرح طے کیا کہ آج تک ملک کو کوئی سرکاری ورناکلر یونیورسٹی نصیب نہیں ہوئی!

اس کامیابی یا ناکامی کے بعد صوبہ بہار اور صوبہ متحدہ کے ہندوؤں کی جانب سے یہ کوشش ہوئی کہ سرکاری دفاتر میں ہندی رائج ہو۔ بہار میں اُن کو کامیابی ہوئی اور وہاں دفاتر میں بجائے اُردو کے کیتھی حروف جاری ہوگئے۔ ممالک مغربی و شمالی میں انہوں نے ایک محضر تیار کرکے اپنی قوم سے دستخط حاصل کرنے شروع کیے۔ سرسید نے ۹ر ستمبر ۱۸۶۷ء کو الہ آباد میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا اور ایک سنٹرل کمیٹی قائم کی جس کے سکریٹری وہ خود بنے۔ اس مجلس کی رائے ہوئی کہ اردو زبان کے قائم رکھنے کی کوشش اور خواہی نخواہی ناگری کے رواج کو روکنے کی غالب تدبیر کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ہر ضلع میں کمیٹیاں قائم کی گئیں اور وہ سب سنٹرل کمیٹی الہ آباد کی شاخیں قرار دی گئیں۔

اس زمانہ میں سید صاحب نے ایک پرزور اور مدلّل گشتی چھٹّی جاری کی جس میں انہوں نے ان اعتراضات کو صاف صاف ظاہر کیا جو دیو ناگری کے جاری کرنے کے متعلق تھے اور ان نقصانات کی تشریح کی جو اس کے جاری ہونے سے خصوصًا مسلمانوں کو پہنچنے والے تھے یہ سرکلر اُردو اور انگریزی میں شائع کیا گیا تھا۔ مرحوم کی یہ کوشش بارآور ہوئی اور ناگری والوں کو ناکامی ہوئی مگر ان کی باقاعدہ تنظیم

---

[1] - حیات جاوید حصّہ دوم صفحہ ۱۴۴-

شروع ہوگئی اور جابجا کمیٹیاں قائم ہوگئیں۔ چنانچہ علی گڑھ میں "بھاشا سمروہن سبھا" کے نام سے ۱۸۷۸ء میں ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ملک کے سرکاری محکموں اور عدالتوں سے اُردو زبان اور فارسی حروف کا رواج موقوف ہو اور بجائے اس کے ہندی بھاشا اور ناگری حروف کا رواج ہو۔

اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں ہندی والوں کی جانب سے پھر ایک متحدہ کوشش ہوئی اور "ہنٹر ایجوکیشن کمیشن" کے سامنے صدہا محضر پیش کیے گئے۔ علی گڑھ کے مقام پر "بھاشا سمروہن سبھا" نے بھی ایک ایڈریس پیش کیا مگر سید صاحب نے گورنمنٹ پر یہ روشن کردیا کہ ایجوکیشن کمیشن سے اس معاملہ کا کوئی تعلق نہیں ہے چنانچہ یہ زبردست کوشش پھر ناکام رہی۔

اسی دوران میں علی گڑھ میں ایک اور کمیٹی "بھارت ورشیا نیشنل ایسوسی ایشن" کے نام سے قایم ہوئی جس کے مقاصد میں ایک مقصد (ج) یہ بھی تھا کہ دیسی زبان کو (جس سے مراد ہندی تھی) تصنیف و تالیف کے ذریعہ ترقی دی جائے اور اس میں مشرق و مغرب کی مشہور کتابوں کے ترجمے کرائے جائیں۔ اس کے بعد اس کی ایک اور شاخ "ناگری پرچارنی سبھا" کے نام سے قایم ہوئی اگرچہ اس وقت ان کو کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی مگر ہندی کی حمایت میں کوششیں برابر جاری رہیں تاآں کہ صوبہ متحدہ میں سرانٹونی میکڈونل لفٹنٹ گورنر ہوئے جو صوبہ بہار کے ایک سویلین تھے اور انہوں نے وہاں ہندی کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اب کیا تھا فرقہ پرست ہندوؤں کی کوششوں میں پھر ایک تازہ روح پیدا ہوگئی اور ہز آنر کی خدمت میں ایک زبردست میموریل پیش کیا گیا۔ سید صاحب نے بھی صدائے احتجاج بلند کی۔ اس وقت ان کی صحت جواب دے چکی تھی۔ ہجوم رنج والم کے سبب ایسا سکتہ سا طاری ہوگیا تھا کہ وہ بالکل نقش دیوار بن گئے تھے مگر اسی

حالت میں اُنہوں نے ایک مضمون لکھا جو ۱۹ر مارچ ۱۸۹۸ء کے "انسٹی ٹیوٹ گزٹ" میں اُن کی وفات سے نو دن پہلے شایع ہوا اور الہ آباد کی کمیٹی کو اس باب میں مشورے دیے اور لکھا کہ "اگرچہ مجھ سے اب کچھ نہیں ہو سکتا لیکن جہاں تک ممکن ہوگا میں ہر قسم کی مدد دینے کو موجود ہوں۔ حکومت پر اس احتجاج کا پھر کچھ اثر ہوا مگر ہندی کی پشت پر اب ایک قوم کی سعی اور پشت گری تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے کروٹ بدلی اور بالآخر وہ مشہور رزولیوشن پاس ہوا جو دونوں قوموں کو سر انٹونی میکڈونل کا عہد حکومت ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔ یہ رزولیوشن طویل ہے اس لیے ہم اس کا آخری حصّہ درج کرتے ہیں:۔

نینی تال ۱۸ر اپریل سنہ ۱۹۰۰ء

.... حضور لفٹنٹ گورنر بہادر نے قرار دیا ہے کہ قواعد ذیل جن کا اثر تمام عدالت ہائے فوجداری و دیوانی مال اور لگان میں ہوگا، جاری ہوں گے۔

(الف) ۔ تمام لوگوں کو اختیار ہوگا کہ جن حروف (فارسی یا ناگری) میں چاہیں اپنی درخواستیں و استغاثہ گزرانیں ۔

ب ۔ تمام سمن و اعلان و ایسے کاغذات جو پبلک کے استعمال کے لیے دیوانی عدالتوں یا عدالت ہائے مال سے جاری ہوں گے، ہر دو حروف فارسی اور ناگری میں ہوں گے اور خانہ پری دونوں زبانوں کے خانوں میں کی جائے گی ۔

ج ۔ کسی شخص کا کسی عہدے پر سوائے انگریزی دفتر کے آئندہ تقرر نہ ہوگا جب تک اس شخص کو ناگری اور فارسی میں سرعت کے ساتھ لکھنے کی مہارت نہ ہو

اس رزولیوشن پر اُردو کے حامیوں میں ایک عام بے چینی پھیل گئی اور فوراً (۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۰۰ء) لکھنو میں ایک جلسہ اس رزولیوشن پر احتجاج کرنے کے لئے

لہ حیات جاوید صفحہ ۹۶ -

منعقد ہوا اس میں متعدد قراردادیں ہوئیں اور ایک "اردو ڈیفینس سنٹرل کمیٹی" قایم ہوئی جو بعد کو "اُردو ڈیفینس ایسوسی ایشن" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کمیٹی کے سکریٹری امروہہ کے بیرسٹر حامد علی خاں صاحب منتخب ہوئے۔

۱۳ رمئی سنہ ۱۹۰۰ء کو علی گڑھ میں نواب لطف علی خاں بہادر رئیس چھتاری کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا نواب محسن الملک بہادر نے، جو اس وقت سرسید کے جانشین تھے، ایک موثر تقریر کی اور طے پایا کہ حکومت میں ایک میموریل پیش کیا جائے۔ اس زمانہ میں (خان بہادر) مولوی بشیر الدین صاحب نے اپنے اخبار "البشیر" میں اُردو کی حمایت میں ایک طویل سلسلہ مضامین شائع کیا اور اُردو ڈیفینس ایسوسی ایشن نے بھی ایک رسالہ تیار کیا جس میں اُردو کی ہمہ گیری اور اہمیت پر بحث کی۔

اس کے بعد لکھنو میں "اُردو ڈیفینس ایسوسی ایشن" کے اہتمام سے ۸ راگست سنہ ۱۹۰۰ء کو ایک بڑا شاندار جلسہ ہوا، اس میں مختلف مقامات سے بکثرت ڈیلی گیٹس شریک ہوئے نواب محسن الملک نے ایک معرکۃ الآرا تقریر کی؛ اس میں بھی بہت سے رزولوشن پاس ہوئے۔ جلسے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں تعلیم یافتہ ہندو اور عیسائیوں نے بھی اردو کی حمایت میں تقریریں کیں۔

ان احتجاجی کارروائیوں نے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو انتہائی ناراض کردیا جس کا اثر علی گڑھ کے معاملات پر بھی پڑنے لگا[۱] اور بعض مسلمان روسا جو

---

[۱] تمام رزولوشنوں اور تقریروں میں حد درجہ کا ادب اور انکسار، لجاجت اور خوشامد کا پیرایہ اختیار کیا گیا تھا تاہم یہ جلسہ گورنمنٹ کی ناراضی کا باعث ہوا اور صدر جلسہ عتاب میں آئے چنانچہ صاحب لفٹنٹ گورنر بذات خود علی گڑھ تشریف لائے۔ کالج کے ٹرسٹیوں سے ملاقات کی اور ان سے کہ دیا کہ نواب محسن الملک یا تو علی گڑھ کالج کے سکرٹری رہیں یا انجمن اُردو کے پریسیڈنٹ۔ دونوں میں سے ایک چیز کو چھوڑنا ہوگا چنانچہ محسن الملک کو صدارت سے دست کش ہونا پڑا مگر لطف یہ ہے کہ نواب صاحب ممدوح کی اس دست کشی کے بعد بھی میکڈونل صاحب ان سے صاف نہیں ہوئے اگرچہ ان کو والسرائے کی ایک تحریر کی رو سے حیدر آباد کے عطا کردہ خطاب "محسن الملک" کو انگریزی عملداری میں استعمال کرنے کی اجازت حاصل تھی لیکن سرانٹونی نے یہ خطاب ان کے نام کے ساتھ لکھنے کی ممانعت کردی۔ ملاحظہ ہو

اس میں شریک تھے، وہ لاٹ صاحب کے خوف سے لرزہ براندام ہوگئے اس وجہ سے "اردو ڈیفینس ایسوسی ایشن"، چند ہی دنوں میں ختم ہوگئی مگر دسمبر ۱۹۰۲ء اور جنوری ۱۹۰۳ء میں دربار دہلی کے موقع پر جب آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا اور اس میں کانفرنس کے شعبے قائم کیے گئے تو ایک شعبہ علمیہ بھی قائم ہوا جس کا مقصد اردو زبان کی ترقی تھا اور اس طرح انجمن ترقیٔ اُردو، پیدا ہوئی۔

اُس وقت انجمن کے عہدہ دار یہ تھے:۔

صدر انجمن ۔ مسٹر آرنلڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

نائب صدر ۔ شمس العلما ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب

شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب

شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی ۔

سکریٹری ۔ شمس العلما مولانا محمد شبلی نعمانی

اسسٹنٹ سکریٹری ۔ مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری

انجمن ترقیٔ اردو کی خوش قسمتی میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ایسے یگانہ روزگار عہدہ دار اور مولانا شبلی جیسے سکریٹری نصیب ہوئے۔ مولانا نے بڑی سرگرمی اور جوش سے کام شروع کیا۔ انجمن کے ارکان فراہم کرنے کی کوشش کی۔ ترجمہ کے واسطے عربی، فارسی، انگریزی زبانوں سے کتابوں کا انتخاب کیا گیا اخباروں کے ایڈیٹروں کو انجمن کا رکن اشاعت بنایا گیا تاکہ وہ اس کی تجاویز اور اشتہارات کی اشاعت میں مدد دیں۔ متعدد مصنفین نے اپنی کتابیں انجمن کو بھیجیں اور بعض نے بعد تکمیل اپنی کتابیں انجمن کے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اس زمانے میں انجمن کی مستعدی کا یہ عالم تھا کہ اس کی ہر مہینے کی رپوٹ انسٹی ٹیوٹ گزٹ

میں شایع ہوتی تھی اور ملک میں اُردو کے متعلق اس قدر جوش پیدا ہوگیا تھا کہ اخبار "ہندوستانی" نے ایک نوٹ میں انجمن ترقیٔ اُردو کی نسبت یہ شکایت چھاپی کہ اس نے ہندو جماعت کو علیحدہ رکھا۔ اس پر سکریٹری (مولانا شبلی مرحوم) نے اخبار میں ایک تحریر شایع کرائی[1] کہ "یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ انجمن کے قواعد میں اس خیال کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اور عملی تردید اس خیال کی یہ ہے کہ انجمن نے سب سے پہلا انعام جو اُردو تصنیف پر دیا وہ ایک ہندو مترجم (منشی نرائن پرشاد ورما) کو دیا اور ایک ایسی کتاب پر دیا جو ہندو قوم کے ساتھ مخصوص تھی یعنی کتاب "پیغمبران ہند" جس میں سری کرشن جی اور گوتم بودھ کا تذکرہ اور ہندو مذہب کے اصول و عقائد ہیں"۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں آج کل کی سی تنگ نظری نہیں تھی۔ اس تحریر کے شایع ہوتے ہی آنریبل رائے نہال چند صاحب رئیس میرٹھ انجمن کے رکن بن گئے اور ان کے علاوہ دوسرے ہندو بزرگوں نے بھی انجمن کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور اس کی تیار کردہ کتابوں کی خریداری منظور کی۔

اس زمانے میں فلسفہ اور سائنس کی کتابیں اردو زبان میں بہت کم تھیں، اس لیے ان علوم کی ابتدائی اور سہل کتابیں ترجمہ کے لیے انتخاب کی گئیں مگر اسے زبان کی بدقسمتی کہیے یا لائق مترجمین کا کال، کہ انجمن کو اس بارے میں بڑی مایوسی ہوئی۔ چنانچہ ۱۳ راگست ۱۹۰۳ء کو مولانا شبلی نواب محسن الملک کو لکھتے ہیں۔

> یہ مہینہ[2] مشہورہ کتابوں کے ترجمہ کے امتحان کا مہینہ تھا جو کچھ ظہور میں آیا اس سے قومی مسائل کے متعلق مہتم بالشان نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ جس وقت انجمن کی تجاویز ملک میں شایع ہوئی

---

[1] انسٹی ٹیوٹ گزٹ، لاہور، نمبر ۲۶ راکتوبر ۱۹۰۳ء۔

[2] انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۲۶ راکتوبر ۱۹۰۳ء۔

تھیں تو اطراف ہند سے اس قدر درخواستیں آئی تھیں کہ گمان ہوتا تھا ہندوستان عباسیوں کا بغداد بن گیا ہے لیکن جب مقررہ کتابوں کا اشتہار چھپا تو ہر طرف سناٹا تھا۔ کتاب النباتات، طبقات الارض کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کتاب الروح کا صرف ایک ترجمہ اور سولرسٹم کے تین ترجمے آئے۔ آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ مترجمین انگریزی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں لیکن بجز ایک کے تمام ترجمے ناقص اور ابتر ہیں کیا اس نتیجہ کے بعد بھی ہمارا قومی کالج علی گڑھ سائنس اور عربی زبان کی تعلیم پر خاص توجہ مبذول نہیں کرے گا۔۔۔۔۔۔"

انجمن کا پہلا سال بہت کامیاب رہا کتابیں ابھی شایع نہیں ہوئی تھیں کہ ان کے خریداروں کی تعداد سو سے زیادہ ہوگئی اور دسمبر ۱۹۰۳ء میں جب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس بمبئی میں ہوا تو اس شعبہ کی رپوٹ علٰحدہ چھاپی اور شائع کی گئی۔ مولانا کی یہ رپوٹ بڑی دلچسپ اور پڑھنے کے قابل ہے۔ انجمن کا دوسرا سال بھی کامیاب رہا اس کے ارکان میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ مصنفین و مولفین کو معاوضہ ادا کرنے کے لئے کچھ رقم چندہ کے طور پر جمع ہوئی۔ نصاب تعلیم اُردو کی طرف بھی انجمن نے توجہ کی۔ اس وقت حسب ذیل ترجمے یا تالیفات زیر قلم تھے:۔

۱۔ ترجمہ ایجوکیشن ہربرٹ اسپنسر
۲۔ ترجمہ کان فلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس ازڈریپر۔
۳۔ ترجمہ ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ ازکارلائل۔
۴۔ ترجمہ میکس مولر لکچرز۔

۵- کتاب الٰہیات -

۶- نامہ دانشوران -

۷- معارف ابن قُتیبہ -

۸- رہنمایان ہند -

۹- القمر -

۱۰- تاریخ تمدن بکلز ہسٹری آف سویلزیشن -

۱۱- سوانح عمری امیر خسرو دہلوی -

۱۲- قدیم فارسی -

۱۳- سوانح عمری میرانیس -

۱۴- طریقہ حکومت انگریزی -

ان میں سے فلسفہ تعلیم (ایجوکیشن) اور رہنمایان ہند انجمن کی سرپرستی میں شائع ہوئیں -

الغرض انجمن کا کام نہایت مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ جاری تھا اور اس کی اٹھان سے معلوم ہوتا تھا کہ انجمن بہت جلد ملک پر چھا جائے گی مگر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ انجمن یکایک بلبلے کی طرح بیٹھ گئی - چنانچہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (مرحوم) نے علی گڑھ کے اجلاس میں اعلان کر دیا کہ[۱] "اس سیکشن (انجمن ترقیٔ اردو) کا تعلق مولانا شبلی سے تھا مولانا موصوف ندوۃ العلما کے اہم کام میں مصروف ہیں، اس لیے ان کو اس طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ہے مولانا نے سکریٹری شپ سے امسال استعفیٰ دے دیا ہے، اسی لیے یہ کام جناب مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی

---

[۱] رپورٹ ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۰۵ء صفحات ۲۱-۲۲

کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مولانا موصوف کے قطع تعلق کا افسوس ہے لیکن جو دلچسپی اور خاص توجہ مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب کو ان امور میں ہے، اس سے امید ہے کہ اس سال اس صیغہ میں نئی جان پڑ جائے گی۔"

رپوٹ کے آخری جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کی حالت اس وقت بہت ابتر ہوگئی تھی۔ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) دسمبر ۱۹۰۵ء میں معتمد مقرر ہوئے اور پورے دو سال بعد آپ کی پہلی رپوٹ دسمبر ۱۹۰۷ء کو کراچی کے اجلاس میں پڑھی گئی۔ اس میں فرماتے ہیں[1]:-

"میں نے بہ تعمیل ارشاد اس بوجھ کو اپنے سر پر لیا اور لطیفہ غیبی کا منتظر رہا یعنی اس انتظار میں رہا کہ دیکھئے کیا سرمایہ اس کام کے چلانے کے واسطے میرے سپرد ہوگا۔ آٹھ مہینے کی کوشش کے بعد جو راس المال ملا، وہ کاغذات کا ایک پلندہ تھا۔

صاحبو! اس میں کاغذ ایک بھی نہ تھا رجسٹر تھے، خط و کتابت کے فائل تھے، کچھ رسالے تھے۔ یہ رجسٹر وغیرہ بوجہ ایک سال کی بے کاری کے تقویم پارینہ کے مصداق بن چکے تھے اس کے کچھ عرصہ بعد وہ سرمایہ میرے پاس پہونچا جو انجمن کی کل کائنات تھا۔ کاش میں اس تعداد کو ظاہر نہ کرتا تاکہ شائقین اعتراض کو مایوسی نہ ہوتی اس راس المال کی تعداد ۶-۱۰-۱۳۹ (مالیت ۱۰/ ۶ پائی تھی ...... سال ڈیڑھ سال کے سکوت کے باعث (جو میرے معزز پیش رو کی بزدلی اور برداشتہ خاطری کے سبب رہا) انجمن کا تمام نظام درہم برہم ہوگیا تھا۔ صدر انجمن ہندوستان چھوڑ کر انگلستان چلے گئے تھے، ارکان انتظامی قریباً کل

---

[1] رپوٹ اجلاس ۲۱ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۶-۲۸ دسمبر ۱۹۰۷ء بمقام کراچی۔

حیدرآباد میں تھے - حمایت اُردو کا جوش جو اُردو ناگری کے قصے سے پیدا ہوا تھا، سرد ہوچکا تھا .... ایسی حالت میں ضرورت تھی ایک زبردست تحریک کی جو انجمن اردو کے قالب میں ازسرِنو جان ڈالتی - اس کے اسباب مفقود تھے - مجھ کو فرصت بہت کم تھی - سرمایہ کا وہ حال تھا جو عرض کیا گیا، کچھ روز تک میں حیران رہا کہ کیا کرنا چاہیئے - میں اس حیرت میں تھا اور مہربان حال ہمدرد معترضین مزہ لے لے کر اعتراض کر رہے تھے -

صاحبو! علی گڑھ میں ایک صاحب کرامات بزرگ رہتے ہیں - برقی روشنی کے زمانہ میں کرامات کا ذکر قابل مضحکہ سمجھا جائے گا لیکن میں اپنے دعوے کو ثابت کروں گا - ہاں تو ان صاحب کی یہ کرامت ہے کہ بگڑے ہوئے کام لوگ ان کے پاس لے جاتے ہیں اور ان کی توجہ سے وہ درست ہوجاتا ہے - آپ کو ان بزرگ کے نام کا اشتیاق ہوگا اس لیے میں ظاہر کئے دیتا ہوں وہ ہمارے مکرم میر ولایت حسین صاحب بی - اے، سکنڈ ماسٹر پراکٹر وغیرہ وغیرہ ہیں - جس وقت میں نے ان مشکلات کا ذکر اُن سے کیا انھوں نے نہایت سادہ دلی سے ہمدردی ظاہر کی - ایک محرر تنخواہ دار انجمن کو دیا خاص شرائط کے ساتھ (جو کالج بک ڈپو کے منافع کے متعلق تھے) - انجمن کی منظور کردہ کتابوں کو چھاپنے اور مؤلفین و مترجمین کو حسب تجویز انجمن صلہ دینے کا وعدہ کیا - اب باقاعدہ کام شروع ہوگیا - ......"

الغرض مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی نے انجمن کا کام

سنبھالا اور اس کی ترقی کے لیے اپنے امکان بھر کوشش کی۔ کتابیں جو زیر قلم تھیں، ان کی تکمیل کے لیے مولفین و مترجمین سے تقاضے کیے اور ان میں سے چند کتابیں، سوانح عمری نپولین، الفخر، الفوزالاصغر، امرائے ہنود شائع بھی کرائیں۔ اصطلاحات علمیہ کے متعلق ایک خاکہ مرتب ہوا۔ مختلف فنون پر پرائمری تصنیف کرانے کی تجویز پیش ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر اس اعتبار سے انجمن اپنی جگہ سے ایک قدم آگے نہ بڑھی بلکہ کسی قدر پیچھے ہی ہٹ گئی کہ نہ ارکان میں کوئی اضافہ ہوا اور نہ سرمایہ کی فراہمی کی کوئی سبیل ہوئی۔ پانچ سال کی کوششوں میں چار کتابیں شائع ہوئیں۔ دسمبر ۱۹۰۹ء کے کانفرنس کے اجلاس (منعقدہ رنگون) کی چند سطری رپوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعبہ بے جان ہوگیا تھا آخرکار مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی (نواب صدریار جنگ بہادر) نے مشکلات سے مجبور ہوکر انجمن سے دست کشی اختیار کی اور انجمن کے بُرے دن آگئے۔ ایسی حالت میں یہ خدمت مولوی عزیز مرزا صاحب (مرحوم) کے سپرد ہوئی۔

یہ انتخاب بہت ہی موزوں ہوا تھا، آپ نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا۔ اصطلاحات علمیہ مرتب کرنے کی طرف خاص توجہ کی۔ آپ نے خود اصطلاحات کی ایک فہرست شائع کی اور ساتھ ہی اجرت ترجمہ کی شرح کا بھی اعلان کردیا اس کام کے لیے سیٹھ حاجی احمد ملّاداؤد مدنی تاجر رنگون نے تین ہزار کی امداد کا وعدہ کیا۔ غرض انجمن کا جمود ٹوٹا اور آپ کے مساعی جمیلہ سے اُس میں از سرِ نو جان پڑنے کی توقع ہوگئی مگر "تدبیر کند بندہ و تقدیر زند خندہ"، ابھی انجمن پنپنے نہیں پائی تھی کہ یہ مبارک ہستی مسلمانوں سے چھن گئی۔ آپ کے انتقال کے بعد یہ شعبہ کچھ مدت تک کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا اور بظاہر کوئی صورت اس کے زندہ رہنے کی نہ رہی۔

اس وقت اس شعبہ کو قائم ہوئے دس سال ہو چکے تھے۔ اس کی حیثیت اب تک ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک غیر دلچسپ ضمیمہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس کی آمدنی کانفرنس کی وہ امداد (صما سالانہ) تھی جو کبھی وصول ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی۔ اراکین کی تعداد بھی نہایت کم تھی۔ ملک کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دس سال کے عرصہ میں بمشکل چھ کتابیں شائع ہوئیں اور وہ بھی بک ڈپو علی گڑھ کالج کے سرمایہ سے چھپی تھیں، جس میں ڈپو کا منافع شامل تھا۔ ملک میں انجمن ترقیٔ اُردو کے متعلق جو توقعات قائم ہوئی تھیں یا جن مقاصد کی بناء پر انجمن وجود میں آئی تھی، ان میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اس کی بڑی خصوصیت اور اس کا بڑا کام اس کی ناکامی تھی اور اس لیے وہ گزشتہ دس گیارہ سال سے پڑی سسک رہی تھی۔ اس کی زندگی میں شاید چند سانس باقی رہ گئے تھے کہ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی نظر انتخاب جناب مولوی عبدالحق صاحب پر پڑی کارکنان قضا و قدر نے کہا "آمد آں یارے کہ ما می خواستیم"

ہم کو یقین ہے کہ جناب مولوی عبدالحق صاحب کو ان گوناگوں مجبوریوں اور دقتوں کا بخوبی علم تھا جو آپ کے پیش رووں کو پیش آتی تھیں انجمن کے مقاصد بہت بلند تھے اور وہاں تک پہنچنے کے ذرائع مسدود، جنس گراں تھی اور دام کم لیکن دھن پکی تھی اور لگن سچی آپ نے ہمت کرکے یہ عہدہ قبول کرلیا۔ اب کہنے کو تو انجمن کا کام ہاتھ میں لیا مگر اس کی حقیقت یہ تھی کہ ایک پرانا صندوق ملا جو بوسیدگی کی وجہ سے رسّی سے کسا ہوا تھا، اس میں ایک رجسٹر تھا چند پرانے اور غیر مرتّب مسودات، ایک قلم دوات اور باقی اللہ کا نام۔ یہ تھی کل کائنات انجمن ترقیٔ اُردو کی جو اُس نے اپنے معتمد چہارم کے حوالہ کی۔ ایک رجسٹر اور ایک قلم دوات کو ہاتھ میں لے کر ہندوستان جیسے ملک میں کسی علمی کام

کے لئے کھڑا ہونا مولوی عبدالحق صاحب ہی کا کام تھا۔ آپ کے اُس وقت کے خیالات کا اندازہ کچھ آپ ہی کے الفاظ میں بھلا معلوم ہوگا:۔

میں نے بہت ڈرتے ڈرتے اِس بارگراں کو اپنے ذمّہ لیا کیونکہ جس قدر یہ کام ضروری ہے، اسی قدر مشکل بھی ہے۔ اُردو زبان میں علوم و فنون لانے کے لیے ایسے اصحاب کی ضرورت ہے جو علوم مشرقی و مغربی دونوں میں ماہر ہوں، اور ایسے لوگ ہماری قوم میں شاذ و نادر ہیں۔ دوسری مشکل اس کام میں کافی سرمایہ بہم پہنچانے کی ہے۔ یہ کام اس قدر بڑا، اس قدر وسیع اور ایسا اہم ہے کہ جب تک ہزاروں نہیں لاکھوں کا سرمایہ نہو، اس کا خاطر خواہ چلانا ممکن نہیں۔ تاہم چند مہینوں میں اپنی بساط کے موافق جو کوشش اس بارے میں میں نے کی ہے، اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس شعبہ کا کام استقلال اور ہمدردی سے چلایا جائے تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ چند سال کے بعد کانفرنس کا یہ شعبہ سب سے زیادہ مفید اور کامیاب ثابت ہو۔ ؎۱،،

آپ کی دوربین نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ انجمن ترقی اُردو کیا چیز ہے اور اس میں کتنی وسعتیں پنہاں ہیں۔ آج سے ایک ربع صدی پیشتر، ممکن ہے کہ اقتباس بالا کا آخری جملہ ایک خوش آیند خیال سمجھا گیا ہو لیکن دراصل یہ آپ کی خوداعتمادی تھی۔ اب اہل نظر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آپ کی یہ پیشین گوئی کس حد تک صحیح ثابت ہوئی۔

جس وقت انجمن کا کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا، اس کے ارکان

؎۱ رپوٹ انجمن ترقی اُردو بابت ۱۹۱۳ء صفحہ ۳

تین قسم کے تھے :۔

۱ ۔ سرپرست، امرا ورؤسا ملک، جو انجمن کو یک مشت ایک ہزار رپے عطا فرمائیں۔

۲ ۔ ارکان دوامی، وہ حضرات جو یک مشت پانسو رُپے عنایت فرمائیں۔

۳ ۔ ارکان شوریٰ، وہ نامور ارباب قلم وصاحبان علم وفن جن کی خدمت میں انجمن کی طرف سے کوئی کتاب بغرض رائے پیش کی جائے یا انجمن کے کسی معاملہ میں اُن سے مشورہ لیا جائے۔

سرپرست اور ارکان دوامی کی فہرست میں اس وقت تک کوئی نام نامی درج نہیں ہوا تھا، البتہ ارکان شوریٰ کی فہرست اچھی خاصی طویل تھی۔ اس میں شک نہیں کہ علمی کاموں میں مشورہ بھی بہت کچھ قیمت رکھتا ہے مگر کام چلتا رُپے ہی کے بل پر ہے چنانچہ آپ نے ایک قسم ارکان معمولی کی اضافہ کی، جن کے لئے لازم تھا کہ وہ ایک روپیہ ماہانہ یا بارہ رُپے سالانہ عنایت کریں۔ اس کے لیے آپ نے سب سے پہلے اورنگ آباد میں کوشش کی اور اپنے احباب کو رکن بنانا شروع کیا۔

جس طرح علی گڑھ کی قسمت میں محمڈن کالج لکھا ہوا تھا، اسی طرح اورنگ آباد دکن کو بھی ہمیشہ یہ فخر رہے گا کہ وہ انجمن ترقیٔ اُردو کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ اس زمانہ میں آپ صدر مہتمم تعلیمات صوبہ اورنگ آباد کی خدمت پر مامور تھے۔ جب دورہ پر تشریف لے جاتے تو وہاں بھی انجمن کے کام سے غافل نہ رہتے۔ اضلاع وتعلقات میں انجمن کے لئے ارکان بہم پہنچاتے اور کچھ عطیات بھی وصول کر لیتے تھے۔ ان چندوں میں زیادہ تر رقمیں ایک ایک

دو دو رُپے کی ہوتی تھیں اور بعض صاحبوں سے دو دو چار چار آنے بھی وصول کر لیتے تھے - دراصل یہ وقت بھی ایسا ہی تھا - اس زمانہ میں انجمن کے لیے ایک ایک روپیہ ایک ایک اشرفی کی قیمت رکھتا تھا - دوسرے آہستہ آہستہ خاصی رقم جمع ہوگئی اور پہلے ہی سال انجمن نے اپنی پُرانی کینچلی اُتار کر پھینک دی -

دوسرا بڑا کام جو اس سال آپ نے انجام دیا نواب عمادالملک بہادر کو انجمن کا پریسیڈنٹ بنانا تھا - نواب صاحب مرحوم کا نام انجمن کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا - آپ کی ذات سے انجمن کو بہت فائدہ پہونچا -

ادھر تو انجمن کے لیے یہ کوششیں ہو رہی تھیں اور اس طرف آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اپنی اس زائیدہ کے ساتھ بے اعتنائی برتنی شروع کی یہاں تک کہ انجمن کی سالانہ امداد (صمہار) بھی بند کر دی لیکن انجمن اب ایسے ہاتھوں میں نہ تھی کہ کانفرنس کی امداد کے بھروسہ پر بیٹھی رہتی - چنانچہ وہ دن ہے اور آج کا دن، اُس نے پھر کبھی کانفرنس کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا -

ہمت کا حامی خدا ہے - استقلال اور ہمدردی کی ہمیشہ فتح ہوئی ہے اور جن معاملات میں خلوص اور ایثار سے کام لیا جاتا ہے وہ اکثر و بیشتر روبراہ ہوتے ہیں - جناب مولوی عبدالحق صاحب نے مشکلات سے مجبور ہو کر انجمن کو اس کی تقدیر کے حوالہ نہیں کر دیا بلکہ اور زیادہ سرگرمی اور مستعدی سے کام شروع کیا - انجمن کا مرض معلوم ہو چکا تھا چنانچہ زیادہ توجہ فراہمی سرمایہ پر کی جس سے انجمن کی مالی حالت روز بروز سدھرنے لگی - دوسرے ہی سال آپ نے اس قدر روپیہ جمع کر لیا کہ انجمن نے اپنی عمر میں کبھی اتنا روپیہ نہیں دیکھا تھا - لوگوں سے روپیہ وصول کرنا بہت مشکل کام ہے - ہمارے ملک میں یا تو کسی

سیاسی تحریک پر رُپے کی بکھیر ہوتی ہو یا پھر مذہبی جوش میں بے دریغ چندے دیے جاتے ہیں۔ لیکن علمی کاموں کے لیے روپیہ وصول کرنا بہت مشکل ہو۔ یہ ایک فن ہو جس کے لیے بڑی مہارت اور خاص ملکہ درکار ہو مگر معلوم ہوتا ہو کہ یہ کیمیا آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں سیکھ لی تھی، فرماتے ہیں:۔

٭...... اگرچہ میں اس عزت کے قابل نہیں لیکن حسن اتفاق سمجھئے یا سوء اتفاق، مجھے علی گڑھ کالج کے طالب علم ہونے کا فخر حاصل ہو مگر میں کالج میں ایک مٹھا طالب علم تھا میں نہ کبھی کھیلوں میں شریک ہوا نہ یونین کلب میں حصّہ لیا اور نہ انتخاب پریزیڈنٹ و سکریٹری کے ہنگامے میں شامل ہوا، غرض جو خوبیاں ایک علی گڑھ کالج کے طالب علم کے لیے تمغائے شرافت ہیں، اُن میں سے مجھ میں ایک بھی نہ تھی لیکن نہ معلوم کیوں کر، کبھی کبھی چندہ کرنے کی عزت مجھے حاصل ہوئی۔ یہ سنتِ سرسید تھی مگر وہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ طالب علم بڑا آزاد ہوتا ہو اور آج کل تو اس کی آزادی اور بے مہاری کے ڈنکے بج رہے ہیں وہ جس سے چاہتا مل سکتا اور جہاں چاہتا گھس جاتا ہو۔ نہ اسے کسی کے چیں بہ جبیں ہونے کا ڈر، نہ کسی کے انکار سے شرم نہ کسی کے برا بھلا کہنے کا خوف اور نہ اپنی کہنے میں باک، لیکن اتنی مدت کے بعد جب انجمن کا بوجھ سر پر آپڑا اور اس کی خاطر چار و ناچار چندہ کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑا تو معلوم ہوا کہ یہ کیسی کڑی منزل ہو اگر جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب، بُرا نہ مانیں تو ایک بات کہوں —— یہ ہو بڑی بد اخلاقی کا کام —— معلوم ہوا کہ چندہ دینا آسان ہو، چندہ لینا

٭ رپوٹ انجمن ترقی اُردو بابت ۱۹۱۴ء صفحات ۲-۳-

بہت مشکل ہی۔ چندہ لینے والا آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہی اور لوگ اس کی صورت سے بیزار ہو جاتے ہیں برخلاف اس کے چندہ دینے والے کی ہر جگہ عزّت و توقیر ہوتی ہی۔ اس لیے جو حضرات ملک و قوم کے لیے چندہ دیتے ہیں، انھیں، اس یہودی کی طرح جو اپنے معبد میں جا کر کہتا تھا کہ خدایا تیرا شکر ہی کہ تو نے مجھے محصول لینے والا نہیں بنایا، خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اُس نے انھیں چندہ دینے والا بنایا، چندہ لینے والا نہیں بنایا۔ خدا ہر اشراف کو چندہ دینے کی توفیق عطا کرے مگر چندہ لینے کی ذلت سے بچائے۔ ایک فقیر میں بھی کچھ شرم و لحاظ ہوتا ہی لیکن چندہ مانگنے والا تو سچ مچ آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لیتا ہی۔ لیکن باوجود اس کے عام طور پر کہا جاتا ہی کہ دینے والے اب بھی بہت ہیں مگر لینے والے نہیں۔ ممکن ہی کہ یہ سچ ہو لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو اس ناگوار کام کے انجام دینے کا دل گردہ رکھتے ہیں۔ میں کسی اور کی تو کہتا نہیں لیکن میری حالت یہ ہی کہ اس کے نام سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک ایک قدم من من بھر کا ہو جاتا ہی ...... محض اسی خیال سے کہ بغیر سرمایہ کے یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی ہی اور سرمایہ آج کل بغیر چندہ کے ممکن نہیں۔ میں نے ریاست حیدرآباد کے چند مقامات میں کچھ رقم جمع کرنے کی کوشش کی اور آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ اس ذریعہ سے اس سال میں ۱۲/۶/- سکہ انگریزی اور ۸/۱۱/- سکہ عثمانیہ انجمن کو ملے ...... "

اس مقام پر یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانہ میں

یورپ کی منحوس جنگ عظیم زوروں پر تھی - کاغذ کی گرانی ، طباعت کے غیر معمولی اخراجات اور عام کساد بازاری نے ایک انجمن ترقی اُردو کے کاروبار کو متاثر نہیں کیا بلکہ دنیا کی بڑی بڑی انجمنوں ، سبھاؤں اور سوسائیٹیوں کی بنیادیں ہلا دیں لیکن پختہ ارادوں کے آگے کوئی مشکل کھڑی نہیں رہتی ، آپ کی سرگرمیاں بڑھتی ہی رہیں اور دوسرے سال ارکان کی تعداد ۷۳ تک پہونچ گئی اور ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی شائع ہوگئیں -

آپ کے اثر سے ہمدرد ، زمیندار ، وکیل ، مشرق ، خطیب ، عصر جدید ، نیر اعظم ، مساوات ، صداقت ، ذوالقرنین ، دلگداز ، ظل السلطان ، النّاظر وغیرہ اخبارات و رسائل میں انجمن کی حمایت میں پرزور مضامین نکلنے شروع ہوئے - مولوی ظفر الملک صاحب علوی ایڈیٹر "النّاظر" نے اسی زمانہ میں انجمن کا کام بڑے جوش اور خلوص کے ساتھ انجام دیا - مولانا محمد علی مرحوم نے ہمدرد میں ، جب تک وہ جاری رہا ، علاوہ ماہانہ رپوٹوں اور اطلاعوں کی اشاعت کے انجمن کی مطبوعات کے اشتہار بغیر کسی اجرت کے شائع کیے -

ارکان شوریٰ یا دیگر حضرات سے انجمن کے بارہ میں جو مراسلت ہوتی تھی وہ مولوی صاحب خود ہی کیا کرتے تھے - آپ نے انجمن کے آگے نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات ، حتیٰ کہ علالت کے زمانہ میں بھی انجمن کے کام سے دریغ نہیں فرماتے تھے - زبان اُردو سے آپ کو کس درجہ محبت ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ انجمن ترقی اُردو کے رجسٹر مجاریہ میں آپ کے ہاتھ کا مجاریہ تک موجود ہے - یہ تھا وہ خلوص کہ انجمن دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی - آخر کار اس دن کی صبح طلوع ہوئی جس کا زبان اردو کو مدتوں سے انتظار تھا یعنی انجمن کے ابواب آمدنی میں دو مستقل اور معقول مدوں کا اضافہ ہوا -

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی ملکی یا قومی کام کے شروع کرنے سے پہلے امید بھری نظریں حیدرآباد کی طرف اُٹھتی ہیں۔ چنانچہ نواب عماد الملک بہادر کی تحریک پر بارہ سو رُپے سالانہ منظور ہوئے اور حضرت اقدس و اعلیٰ نے ازراہ علم پروری انجمن کو اپنی سرپرستی کا اعزاز بخشا اور فرمان واجب الاذعان میں یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

"انجمن ترقیٔ اُردو کا سرپرست ہونا میں بہت خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں اور اس انجمن کے مقاصد کی کامیابی کا میں دلچسپی کے ساتھ خواہاں رہوں گا۔"

۔ سرپرستی بجائے خود نہایت مبارک اور بہت بڑی نعمت تھی لیکن ۱۹۱۶ء میں مسٹر محمد اکبر حیدری (نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر) کی مساعی جمیلہ سے اعلیٰ حضرت واقدس حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے ازراہ معارف نوازی انجمن کے لیے مستقلاً پانچ ہزار رُپے سالانہ کی امداد مرحمت فرمائی اور اس طرح خسرو دکن کی سرپرستی اور شاہانہ امداد نے انجمن کی بنیاد چٹان پر رکھ دی۔ اسی سال علیا حضرت مرحومہ فرماں روائے بھوپال نے، جن کے در سے کوئی قومی گدا خالی ہاتھ نہیں پھرا، پچاس رُپے ماہانہ کی مستقل امداد عطا فرمائی، جس سے انجمن کو بڑی تقویت ہوگئی۔

جس وقت انجمن کی عرضداشت علیا حضرت مرحومہ کی خدمت میں پیش ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ اس وقت جتنی کتابیں تیار ہیں یا جو زیر تالیف و تصنیف ہیں اُن کے اخراجات طبع کا تخمینہ پیش کیا جائے۔ اُس وقت کے لحاظ سے کل تخمینہ پانچ ہزار کا پیش کیا گیا۔ اس پر سرکار عالیہ نے حکم صادر فرمایا کہ جب

دو ہزار روپیہ دوسرے حضرات سے جمع ہو جائے تو تین ہزار سرکار سے مرحمت کیا جائے۔ چنانچہ اسی سال جب دو ہزار جمع ہو گیا تو اس کی اطلاع دی گئی جس پر علیا حضرت نے بکمال خوشی تین ہزار رُپے عنایت فرمائے۔ سرکار عالیہ نے انجمن کی ضرورت اور اہمیت کا نہایت پرزور الفاظ میں اعتراف کیا اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ "اگر مجھے فرصت ہوتی اور زیادہ انگریزی جانتی ہوتی تو انجمن ترقی اُردو کے لیے خود کسی کتاب کا ترجمہ کرتی۔"

تین سال کی شبانہ روز محنتوں کے بعد یہ پہلا وقت تھا کہ جناب مولوی صاحب کو ایک اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ اب انجمن نے ٹھاٹھ بدل دیا تھا اور اس کی مالی حالت اس قابل ہو گئی تھی کہ اس کے علمی اور عملی کام زیادہ شاندار اور نمایاں ہونے لگے۔ ارکان اعانت کی تعداد ۹۴ تک پہنچ گئی اور کلکتہ، جالنہ اور بمبئی میں انجمن کی شاخیں اور کتب خانے قائم ہوئے۔ یہ شاخیں اس وقت گو کسی حالت میں ہوں مگر ان کا قیام یہ ثابت کرتا ہے کہ لوگوں کو انجمن سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس کے مقاصد کو مفید خیال کرنے لگے تھے مطبوعات انجمن کی تعداد ۱۶ تک پہنچ گئی تھی جن میں دریائے لطافت، مشاہیر یونان و روما، فلسفۂ جذبات، تاریخ تمدن جیسی معرکۃ الآرا کتابیں شامل تھیں اور اس طرح انجمن کی ایک مستقل جائداد پیدا ہونے لگی۔

ارکان اعانت، جس کی تجویز آپ ہی کے فکر کا نتیجہ تھی، انجمن کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئے اور یہ مسئلہ انجمن کی مجلس شوریٰ میں پیش ہوا کہ کثرت سے ارکان اعانت بنانے کے لیے کون سے ذرائع اختیار کیے جائیں۔ چنانچہ کامل غور اور بحث کے بعد یہ طے پایا کہ ارکان اعانت کا چندہ بجائے بارہ کے چھ رُپے سالانہ کر دیا جائے اور ان کو دوران رکنیت میں انجمن کی مطبوعات نصف

قیمت پردی جائیں۔ اس کی غرض یہ تھی کہ لوگ کثرت سے رکن بن سکیں اور انجمن کے مقاصد اور مطبوعات کی اشاعت میں آسانی ہو۔ یہ تبدیلی بہت معقول اور درست تھی چنانچہ دو ہی سال میں ان کی تعداد ۳۲۳ تک پہنچ گئی۔

اس زمانہ میں جناب مولوی صاحب نے اپنے احباب میں سے چند محبّان اُردو کی ایک جماعت ایسی بنائی تھی، جو آپ کو علمی مشوروں اور کاموں میں مدد دیتی اور ارکان کے اضافہ کرانے اور عطیے دلوانے میں ساعی رہتی تھی۔ ان بزرگوں کے اسمارگرامی یہ ہیں:۔

۱۔ جناب مولوی ظفرالملک صاحب ایڈیٹر "النّاظر" لکھنو۔

۲۔ جناب مولانا سید ہاشمی صاحب فریدآبادی۔

۳۔ جناب مولوی معشوق حسین خاں صاحب (نواب معشوق جنگ بہادر) حیدرآباد۔

۴۔ جناب مولوی محمد رضا صاحب (نواب رضا نواز جنگ بہادر مرحوم) اورنگ آباد۔

۵۔ جناب خان محمد الف خاں صاحب ناغرؔ (مرحوم) مہتمم صدر مجلس اورنگ آباد۔

۶۔ جناب مولوی عبدالسلام صاحب حیدرآباد دکن۔

۷۔ مسٹر ڈی۔بی۔ کامٹ (آنجہانی) مہتمم تعلیمات ضلع پربھنی۔

۸۔ جناب مولوی محمد سجاد صاحب تحصیلدار اجنٹہ (ضلع اورنگ آباد)

۹۔ جناب مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ، بھوپال

۱۰۔ جناب مولوی حافظ ساجد علی صاحب عباسی (مرحوم) وکیل اورنگ آباد۔

۱۱- جناب مولوی مرزا محمد بیگ صاحب حیدرآباد
۱۲- ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری (مرحوم) دہلی
۱۳- ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بجنوری (مرحوم) بھوپال
۱۴- مسٹر راس مسعود (نواب سر مسعود جنگ بہادر مرحوم) ناظم تعلیمات حیدرآباد -

انجمن جناب محمد اکبر حیدری (سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر) کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی - جناب ممدوح کو ابتدا سے انجمن کے اغراض سے ہمدردی تھی - باوجود کثرت مشاغل اور عدم فرصت کے آپ نے ہر موقع و محل پر انجمن کی تائید فرمائی اور یہ آپ ہی کی حسن توجہ اور مسلسل سعی و تحریک کا نتیجہ تھا کہ انجمن کی مالی حالت قابل اطمینان ہوگئی تھی -

چار سال کی لگاتار اور ان تھک کوششوں کے بعد مولوی صاحب نے انجمن کو اس قابل بنادیا کہ اس کے کام اہل نظر کو دکھائی دینے لگے - اس زمانہ میں آپ نے زبان اردو کی حمایت میں جو پرزور اور پر تاثیر مضامین لکھے ہیں، ان کے ایک ایک لفظ سے آپ کے دل کا درد ٹپکا پڑتا ہے، ارکان اعانت کے اضافہ کی اپیل میں لکھتے ہیں :-

※ . . . . اس میں شک نہیں، کہ اس میں کچھ میری ہمت کا بھی قصور ہے لیکن وہ بھی بری الذّمہ نہیں ہوسکتے جو اُردو زبان کی ترقی کے خواہاں ہیں - ایسی حالت میں جبکہ ہمیں بنی بنائی زبان ملی ہے، جب کہ اس میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت موجود ہے - جب کہ اس کی جولانیاں

※ رپورٹ انجمن ترقی اُردو بابت ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۴

ہندستان کی حدود سے نکل کر دور دور پہونچ گئی ہیں، اس کے لیے کچھ نہ کرنا اور اسے اس رتبہ تک نہ پہونچانا، جس کی وہ مستحق ہو، ہماری کوتاہی کی دلیل ہو۔ مجھے یقین ہو کہ یہ زبان مرنے والی نہیں ہو لیکن ایسی زندگی بھی کیا زندگی کہ ہر ایک چیز میں دوسروں کی محتاجی ہو اس احتیاج اور افلاس کو مٹانے کی تدبیر سب سے مقدم ہو......"

ایک مقام پر اُردو کو ذریعہ تعلیم قرار دئے جانے کی حمایت میں تحریر فرماتے ہیں :—

*....." ایک مدّت کے تجربے اور خسارے کے بعد اب ہم صحیح راستے پر آئے ہیں۔ ملک میں علم کی اشاعت کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہو تو وہ یہی ہو۔ دنیا بھر میں شاید یہی ایک ایسا بدنصیب ملک ہو جو علم کو غیر زبان کے ذریعہ سکھاتا ہو۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ علم نہیں آتا، بلکہ دماغ کو خراب کرنا بدذوقی و بداخلاقی کو پھیلانا فطری جدت و جودت کو کچلنا اور دانستہ اپنی زبان کو مٹانا ہو....."

یہ درد بھری آوازیں جو مقبرہ رابعہ دورانی کی پاک اور خاموش فضا سے بلند ہوئی تھیں، ہوا کی لہروں میں غائب نہیں ہو گئیں، بلکہ دریاؤں اور پہاڑوں کو چیرتی ہوئی ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکل گئیں۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں محبّان اردو کی تعداد ۲۰۰ تک پہونچ گئی۔ ارکان دوامی کی فہرست میں اب تک کوئی اسم گرامی درج نہیں ہوا تھا۔ اس سال ۱۱ بہی خواہان اُردو نے اس رکنیت کو

---

* رپوٹ انجمن ترقی اردو بابت ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۴

قبول فرمایا، جن کی رقوم چندہ سو دو سو سے لے کر پانسو تک تھیں -

مولانا شبلی مرحوم اور مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کے زمانہ معتمدی میں فلسفہ اور سائنس کی بعض کتابوں کے ترجمہ کی کوشش کی گئی تھی لیکن اصطلاحات کے روڑے ترجمہ کے راستہ میں ایسے اٹکنے لگے کہ مجبوراً ان کتابوں کے ترجمہ سے ہاتھ اٹھالیا گیا - اسی وقت سے انجمن کی یہ کوشش جاری تھی کہ اصطلاحات علمیہ کا ایک لغت تیار کرایا جائے - اس سال انجمن کی یہ دیرینہ آرزو بھی دولت آصفیہ کی فیاضی اور دریا دلی کی بدولت پوری ہوگئی اور سرکار نظام نے تین سال کے لیے تین ہزار رُپے سالانہ کی امداد منظور فرمائی - اس طرح یہ مفید کام بھی شروع ہوگیا -

سنہ ۱۹۱۷ میں چار نئی کتابوں کا اضافہ ہوا - لیکن ایک بڑی کسر یہ تھی کہ کتابیں الماریوں کی چھاتی کا بوجھ بنی رہتی تھیں چنانچہ ان کی فروخت پر خاص توجہ کی گئی اور مختلف صاحبان اخبار اور تاجران کتب سے معاملہ کرکے ہندستان کے ۱۷ شہروں میں بیس ایجنسیاں قائم کی گئی - اس وقت سے فروخت کتب میں نمایاں ترقی ہونے لگی -

یوں تو انجمن کی شہرت اس ملک میں کافی طور سے ہوچکی تھی لیکن پھر بھی ہر تعلیم یافتہ ابھی اس سے واقف نہیں ہوا تھا - دوسرے انجمن کے اغراض ومقاصد میں یہ بات بھی ابتدا سے داخل تھی کہ ہندستان کے جن اضلاع میں اردو زبان کا رواج نہیں ہے یا کم ہے، ان میں اُردو کے رواج دینے کی کوشش کی جائے - اس کام کے لیے آپ نے ایک نہایت ہی موزوں اور لایق سفیر کا انتخاب کیا - یہ بزرگ حاجی مظہر علیم صاحب انصاری (مرحوم) تھے - حاجی صاحب مرحوم بڑی خوبیوں اور کام کے آدمی تھے اور سفارت کے کام میں آپ کو خاص

ملکہ حاصل تھا آپ نے کئی سال تک بہار، بنگال، صوبہ متوسط، مالوہ، راجپوتانہ میواڑ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کا دورہ کیا۔ جس شہر میں پہنچتے، انجمن کے نام کا نقارہ اس زور سے بجاتے کہ خاص و عام سب چونک پڑتے اور آپ کی طرف متوجہ ہوتے آپ کے ذریعہ سے ارکان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا اور ان خطوں میں کوئی شہر مشکل سے بچا ہوگا جہاں انجمن کی شاخ اور کتب خانہ قایم نہ ہوگیا ہو۔

انجمن نے پندرہویں سال میں قدم رکھا تو ارکان اعانت کی تعداد ۳۲۲ تک پہونچ گئی اور اس طرح فروخت مطبوعات میں اضافہ ہوا۔ اس سال انجمن کا سالانہ اجلاس سورت میں ہوا، جس کے صدر مولوی وحیدالدین صاحب سلیم (مرحوم) تھے۔ آپ کا خطبۂ صدارت بہت موثر اور بصیرت افروز ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اردو پر جو برا وقت اب آ کر پڑا ہی، وہ مرحوم کو آج سے بیس سال پہلے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ اپنے مخصوص جوشیلے انداز میں فرماتے ہیں:-

> * ......" حضرات! انجمن ترقی اُردو کی ضرورت پہلے بھی تھی اور اب بھی ہی مگر اب زمانہ کے حوادث پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ غفلت کا زمانہ ہوچکا۔ اگر اب بھی بیدار نہ ہوگے تو مشکلات و شدائد کے پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اپنی زبان کی حفاظت کرنا، اس کو زندہ رکھنا، اس کو ترقی دینا، اس میں بلند پایہ معلومات و خیالات کا سرمایہ جمع کرنا ہر اس قوم کا فرض ہی جو اس دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہی جو چاہتی ہی کہ حوادث کی کشمکش سے ملیامیٹ نہ ہو جائے..........

* رپوٹ انجمن ترقی اُردو بابت ۱۹۱۸ء صفحہ ۳ —

ہماری قوم کا ہر بچہ، خواہ وہ ملک کے کسی گوشہ میں پیدا ہوا ہو، اپنی قومی زبان سے محروم نہ رہے اگر وہ اُردو زبان بولتا، سمجھتا، لکھتا اور پڑھتا ہی، تو ہر وقت یہ بات اُس کے ذہن میں مرکوز رہے گی کہ میں کوئی تنہا ہستی نہیں ہوں۔ میرے خیالات محض ذاتی خیالات ہی نہیں ہیں بلکہ پوری قوم کے دل سے اٹھے ہیں اور ان کی ایک لہر میرے بھی دل میں ہی۔ میرے جذبات تنہا میرے ہی قلب سے آشکار نہیں ہوسے بلکہ وہ ان جذبات کی ایک جھلک ہیں، جو ساری قوم کے سینہ میں موج زن ہیں۔ میں اس زنجیر کی ایک کڑی ہوں جس نے ہندستان کے کڑوڑوں دلوں کو باہم ملا رکھا ہی.......

اے اس زندہ قوم کے جانشینو! جن کی علمی فیاضیوں کی داستان سے تاریخ کے اوراق مزین ہیں، آگے بڑھو اور اس بات کا ثبوت دو کہ اگرچہ قوم کا سارا جسم سر سے پاؤں تک زندہ نہیں ہی مگر تم اس شاندار جسم کے وہ اعضا ہو جن میں زندگی کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اگر تم نے کروٹ لی اور اس زندگی کی لہر کو اس تمام افسردہ جسم میں پھیلا دیا تو پھر ساری قوم کے زندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ اے غیرت مند امیرو! تمھارا وجود جس قوم میں نہیں ہی اس کی ترقی کے ولولے پست ہو کر رہ جاتے ہیں.......

اے ملت کے دردمند اور قوم پرست امیرو یہ خطاب تمھیں سے ہی۔ یہ صدا تمھارے ہی حضور میں بلند کی گئی ہی.....

کانفرنس اب تک بیسیوں دروازے جھانک چکی ہی مگر آج اس نے مکہ کے دروازہ پر سر جھکایا ہی پھر کیا ممکن ہی کہ اس کی

صدا رد کردی جائے اور اس کی التجا سمع قبول تک نہ پہونچے......''

انجمن پر بہار و خزاں کے ۱۶ موسم گزر چکے تھے۔ اس کے ارکان کی تعداد ۴۳۳۴ تک پہنچ گئی اور اسی طرح ارکان مدامی کی سلک مروارید میں بھی ۴۳۰ دانے نظر آنے لگے۔ اس کی شاخوں اور کتب خانوں کی تعداد ۳۷ ہوگی۔

اب انجمن نے ملک میں ایک اعتماد پیدا کرلیا تھا اور اس کا وقار اس درجہ کو پہونچ گیا کہ جامعہ عثمانیہ کے نصاب کی بعض کتابیں ترجمہ کے لئے اس کو دی گئیں۔ کتابوں کی اشاعت اور ان کی فروخت کا کام بھی خاطر خواہ طریقہ پر ہو رہا تھا ملک میں مطبوعات انجمن مقبول ہونے لگیں اور بعض کتابیں جو ابھی دو تین سال پہلے چھپی تھیں، ختم ہوگئیں۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں فلسفہ تعلیم، علم المعیشت، انتخاب کلام میر اور فلسفہ جذبات دوسری بار طبع ہوئیں۔ اب تک ملک میں قصے کہانیوں کی کتابیں زیادہ پڑھی جاتی تھیں۔ فلسفے یا معاشیات جیسے خشک مضامین کی کتابوں کا اول تو ہماری زبان میں وجود ہی کب تھا جو پڑھی جاتیں، اور اگر ہوتیں بھی تو شاید داستانوں اور ناولوں کے آگے ان کی پوچھ بھی نہ ہوتی۔ انجمن کی کتابیں اس وقت تک دوبار اور اکثر کتب تین تین چار چار مرتبہ چھپ چکی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کتابیں اچھی ہوں تو وہ اپنے پڑھنے والے بھی پیدا کر ہی لیتی ہیں۔ انجمن ترقی اُردو کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس نے ملک میں علمی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا اور اہل ملک کے ذوق کو سنوارا۔

ہمارے ملک کی اُردو کتابوں کی اشاعت میں یہ بڑا عیب تھا کہ کاغذ اور طباعت کے نقائص کے علاوہ عموماً غیر مجلد شائع ہوتی تھیں اور بعض اوقات تو

اس کے اوراق بھی کترے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ انجمن نے اس سال سے تہیّہ کرلیا کہ اس کی کتابیں بازار میں بے ستر نہ جانے پائیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء سے تمام مطبوعات مجلد شائع ہونے لگیں۔

انجمن کے مقاصد میں یہ بھی ابتدا سے داخل تھا کہ اگر سرمایہ مساعدت کرے تو اس کی طرف سے ایک رسالہ جاری کیا جائے۔ اب انجمن کی حالت میں اتنا استحکام پیدا ہوگیا تھا کہ انجمن اپنے ارمان ایک ایک کرکے نکال رہی تھی۔ سنہ ۱۹۲۱ء انجمن کے لیۓ بہت ہی مُبارک سال تھا کہ جنوری کے پہلے ہفتہ میں اس کی یہ تمنا بھی پوری ہوگئی اور خود جناب مولوی صاحب ہی کی ادارت میں رسالہ "اُردو" بڑی آن بان کے ساتھ جاری ہوا۔

انجمن ترقیٔ اُردو کے یادگار کاموں میں رسالہ اُردو کا اجرا بھی ہے۔ جو حضرات "اُردو" کا مطالعہ فرماتے رہے ہیں، ان کو خوب معلوم ہے کہ یہ کس پایہ کا رسالہ ہے اور اس کے مضامین کس قدر تحقیق اور کاوش سے لکھے جاتے ہیں۔ منشی پریم چند آنجہانی نے خوب کہا تھا کہ "یہ اردو رسائل کا قافلہ سالار ہے"۔ ہندستان کا تو کیا ذکر ہے یورپ اور امریکہ میں بھی کم رسالے ہیں جن کا معیار اتنا بلند اور مذاق اتنا پاکیزہ ہے جیسا اُردو کا ہے۔ تاریخ زبان و ادب پر سب سے پہلے اس رسالہ میں مستند اور وقیع مضامین نکلنے شروع ہوے سب سے بڑی خصوصیت اس رسالہ کی یہ ہے کہ اس کے سامنے ایک معین راہ عمل ہے اور وہ کبھی اس سے قدم نہیں ہٹاتا۔ ابھی یہ رسالہ جاری نہیں ہوا تھا کہ ایک روز ملک کے نامور ادیب اور عالم مولوی وحیدالدین صاحب سلیم (مرحوم) اور جناب مولوی صاحب رسالہ کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔ راقم الحروف اس وقت موجود تھا۔ مولانا سلیم صاحب نے فرمایا کہ صاحب، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ اس کے

موضوع کو اس قدر محدود اور تنگ کیوں کئے دیتے ہیں۔ زبان و ادب پر مضمون ہی کتنے لکھے جا سکتے ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ چند نمبروں کے بعد یہ موضوع ختم ہو جائے گا۔" آپ نے فرمایا نہیں صاحب! یہ موضوع اس قدر وسیع ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگا اور ہم اس رسالہ کے ذریعہ نئے نئے مضامین سمجھائیں گے۔" مرحوم کے تبحر و کمال ادب میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے اور پھر زبان اُردو آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی مگر ہم کو خوب یاد ہے کہ اس وقت انہوں نے اس امر کو تسلیم نہیں کیا۔ اب رسالہ اُردو ۱۹ سال کا ہو چکا ہے اور اس وقت تک اس کے ۷۲ نمبر شائع ہو چکے ہیں جو ۷۲ مستقل کتابیں ہیں۔ اس میں آئے دن نئے نئے اور اچھوتے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں اور یہ فخر بھی اسی رسالہ کو حاصل ہے کہ اس کے بہت سے محققانہ مضامین کو علیحدہ رسالہ کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت پڑی۔

رسالہ اردو سے پہلے ہماری زبان میں تنقید کا عنصر اس قدر کم تھا کہ وہ کسی شمار کے لایق نہیں ہے۔ اُردو نے اس خصوص میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس میدان میں جو ترقیاں آیندہ ہوں گی وہ اس رسالے کی ممنون رہیں گی۔

اب انجمن کا کام اس قدر پھیل گیا تھا اور اس کی آمدنی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ کم و بیش بیس ہزار روپے سالانہ خرچ کر رہی تھی۔ اگرچہ آج تک کوئی ایسا موقع پیش نہیں آیا ہے کہ کسی نے انجمن کے آمد و خرچ پر حرف گیری کی ہو لیکن دیانت داری کا تقاضا یہ ہوا کہ سب سے پہلے آپ ہی نے انجمن کے حسابات کو شبہ کی نظروں سے دیکھا چنانچہ ناظم صاحب انجمن ہائے اتحاد باہمی حیدر آباد سے درخواست کر کے اس امر کا انتظام کرایا کہ وہ ہر سال اپنے کسی عہدہ دار تنقیح کو انجمن کے دفتر میں بھیج کر جملہ حسابات کی جانچ پڑتال کریں۔ چنانچہ اس وقت

سے محکمہ مذکور کی طرف سے انجمن کے حسابات کی تنقیح ہونے لگی لیکن بعض اوقات اس محکمہ کے تنقیح کنندہ عہدہ دار کو اپنی منصبی مصروفیتوں کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ وقت پر تمام حسابات کی جانچ کر سکتے اس لیے ۱۹۳۴ء سے برابر کسی سند یافتہ سے حسابات کی تنقیح کرائی جاتی ہے یہ تنقیحی رپوٹیں ایسی اطمینان بخش ہوتی ہیں جس سے آپ کا خلوص اور بے لوث کام آئینہ ہو جاتا ہے۔

ملک میں بہت سے قومی ادارے اور انجمنیں قائم ہوئیں اور اب بھی ہیں لیکن بعض اوقات ہم نے ان کی بدنظمیوں کے بارہ میں کیا کچھ نہیں سنا اور یہاں یہ حالت ہے کہ جب کبھی انجمن کو ہزار دو ہزار یا اس سے بڑی رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو مولوی صاحب اپنی سب ضرورتیں روک کر اپنے پاس سے روپیہ ادا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انجمن کے گوشوارہ جمع و خرچ میں "قرض" اور "ادائے قرض" کی ایک مستقل مد بنی ہوئی ہے۔

۲۲-۱۹۲۳ء میں چند نئی کتابیں طبع ہوئیں اور بعض کے دوسرے ایڈیشن تیار ہوئے۔ اس زمانہ میں انجمن نے بڑے پھیلاؤ کے کام شروع کر دئے تھے۔ یعنی لغت اصطلاحات علمیہ، مصطلحات اہل حرفہ، لغت زبانِ اُردو اور انگریزی اردو لغت زیر تالیف تھیں۔ ارکان مدامی کی تعداد ۸۰ تک پہنچ چکی تھی اور اتنی ہی شاخیں اور کتب خانے قائم ہو گئے تھے اور انجمن ہر سال اپنی حیثیت کے موافق ایک معقول رقم کی کتابیں ان کتب خانوں کو فراہم کرتی رہتی تھی۔

ابتدائی چند سال تک انجمن کا دفتر مولوی صاحب ہی کے مکان میں رہا۔ اس کے بعد جب اس کا کام پھیلنے لگا تو چند سال کرایہ کے مکانوں میں رہا۔ آخرکار وہ دن آگیا کہ اس نگھری کو گھر ملا اور انجمن اپنے مکان "اردو باغ" میں داخل ہوئی اس تقریب میں جناب مولوی صاحب اورنگ آباد کے عہدہ داران، وکلا،

اساتذہ، ارکان انجمن اور دیگر حضرات کو عصرانہ کی دعوت دی اور عالیجناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے اس کا افتتاح فرمایا۔

سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں چھ کتابیں شائع ہوئیں، جن میں فرہنگ اصطلاحات علمیہ بھی تھی۔ باقی تینوں لغات کا کام برابر جاری رہا۔ اسی زمانہ میں مجلس نظماء انجمن بھی قائم ہوئی۔ اس مجلس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ وہ انجمن ترقی اُردو کے مقاصد و ترقی و اشاعت کے ذرائع پر غور کرے اور انھیں عمل میں لانے کی تدابیر اختیار کرے۔ انجمن کے مداخل و مخارج کی نگرانی رکھے اور اس کے علمی و ادبی کاموں میں مشورہ دے۔ چونکہ انجمن اس وقت پورے ملک میں مقبول ہو چکی تھی، اس لیے ارکان کے انتخاب میں اس امر کا خیال رکھا گیا کہ ہر صوبہ سے کم از کم ایک صاحب ایسے ہوں جو انجمن کے مقاصد میں مدد دے سکیں۔ ارکان مجلس حسب ذیل تھے:-

۱۔ نواب عماد الملک بہادر (مرحوم) صدر
۲۔ نواب سر مسعود جنگ بہادر (مرحوم) رُکن
۳۔ نواب صدر یار جنگ بہادر رُکن
۴۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (مرحوم) رُکن
۵۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب (مرحوم) رُکن
۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد رُکن
۷۔ مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر (مرحوم) رُکن
۸۔ نواب فخر یار جنگ بہادر حیدر آباد رُکن
۹۔ مولوی غلام یزدانی صاحب (او۔ بی۔ سی)
حیدر آباد دکن۔ رُکن

۱۰- مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی رکن
۱۱- ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ڈھاکہ یونیورسٹی رکن
۱۲- مولوی عبدالحق صاحب معتمد

ارکان شوریٰ نے انجمن کے مقاصد کو عمل میں لانے کے لیے بہت سی تدابیر سوچی تھیں لیکن ہمیں تعجب ہے کہ پریس کا نام کہیں نہیں آیا - حالانکہ انجمن کا اشتہار اس کے مقاصد کی اشاعت، سالانہ رپوٹ اور کتابوں کی طباعت، فروخت مطبوعات اور رسالہ کا اجرا وہ کام ہیں، جن کے لیے پریس ناگزیر ہے اب تک یہ کام الناظر پریس لکھنؤ، انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ اور نظامی پریس بدایوں میں ہوتا تھا - ظاہر ہے کہ اوّل تو کسی پرائے مطبع سے حسب دلخواہ اور وقت پر کام ملنا مشکل ہے، دوسرے بعض چھوٹے چھوٹے کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ضرورت فوراً ہی ہوتی ہے - اس کے علاوہ دور دراز مقامات سے کتابیں منگوانے میں انجمن پر مفت کا بار پڑتا تھا اور سب سے بڑی غرض انجمن کی یہ تھی کہ اس کی کتابیں اور رسالہ ٹائپ میں چھپا کریں اور اس طرح لوگوں کو ٹائپ سے مانوس کرایا جائے چنانچہ ۱۹۲۴ء میں اُردو باغ میں ٹائپ کا پریس قائم ہوا۔

آج کل ہمارے ملک میں کیا بلکہ شاید تمام دنیا میں صرف اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جس کی کتابیں لیتھو میں چھپتی ہیں - جس طرح ہماری شاعری مدتوں کنگھی چوٹی کے الجھاؤ میں پھنسی رہی، اسی طرح برادران ملک اب تک نستعلیق کی نوک پلک پر مٹے ہوئے ہیں - یہ زبان کی بدنصیبی نہیں، موت ہے - اُردو ٹائپ کے رواج کی کوششیں بیشتر کئی مرتبہ ہو چکی ہیں - اسی باب میں فخرِ قوم مولانا محمد علی مرحوم نے بڑا کام کیا تھا - آپ نے ہمدرد کے لیے زرکثیر صرف کرکے بیروت سے اعلیٰ قسم کا ٹائپ منگوایا تھا مگر ہمدرد کے خریداروں نے اس پر

ناک بھوں چڑھانا شروع کیا - مجبوراً آپ نے ملک سے رائے طلب کی نتیجہ یہ ہوا کہ بد مذاقی نے کثرت رائے سے خوش مذاقی کو شکست دی - اب انجمن ترقی اُردو نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ اپنے اصول کی بڑی پکی ہے چنانچہ جس دن سے اُردو باغ میں پریس قائم ہوا انجمن کی تمام کتابیں، رسالے، سالانہ رپوٹیں اور سب چھوٹی موٹی تحریریں ٹائپ میں چھپنے لگیں - اُردو پریس میں انجمن کی مطبوعات کے علاوہ باہر کی دوسری کتابیں اور رسالے بھی ٹائپ ہی میں چھپتے رہے ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری زبان کے سینے سے یہ پتھر کی سل کب ہٹے گی -

سنہ ۱۹۲۶ء میں انجمن کے صدر نواب عماد الملک بہادر نے انتقال فرمایا یہ ایک بڑا حادثہ تھا - نواب صاحب مرحوم اعلیٰ درجے کے ادیب اور اشاعت علوم و فنون کے بڑے مربی اور سرپرست تھے - انجمن کی صدارت قبول کرکے مرحوم نے ایک بہت بڑی ذمہ داری کو اپنے سر لے لیا تھا - کئی بار انجمن کو گراں قدر رقمیں عطا کیں اور ہمیشہ اپنے قیمتی مشوروں سے انجمن کو فائدہ پہنچاتے رہے - پیشگاہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی حضور پُرنور خلد اللہ ملکہ سے مستقل امداد منظور کرانے میں بڑی سعی فرمائی - حقیقت یہ ہے کہ انجمن ترقی اُردو کو جیسا معتمد مل گیا تھا ویسا ہی صدر بھی نصیب ہوگیا تھا - افسوس کہ جب انجمن کو فروغ ہوا اور اس کے دیکھنے کے دن آئے تو آپ اس کی بہار زیادہ عرصہ تک نہ دیکھ سکے - نواب صاحب مرحوم کی وفات سے نظماء انجمن کی صدارت خالی ہوگئی تو مجلس نظما نے اتفاق رائے سے نواب مسعود جنگ بہادر (مرحوم) کو مجلس کا صدر منتخب فرمایا -

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اُردو کے سب سے پہلے حامی سر سیّد احمد خان بہادر

ہیں، جنھوں نے ۱۸۶۶ء میں اس کی حمایت میں گنگا جمنا کے سنگھم پر جھنڈا بلند کیا اور اس کے نیچے حامیانِ اُردو کو جمع کرنا شروع کیا تھا۔ اس کے بعد سے مرحوم اپنے آخری دم تک اُردو کی حمایت فرماتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بعد مرحوم یہ ورثہ اپنے لایق اور ہونہار پوتے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ انجمن ترقی اُردو کی خوش قسمتی تھی کہ اس کو نواب (سر) مسعود جنگ بہادر کی سرپرستی حاصل ہوئی ذیل میں انجمن کی سالانہ رپوٹ بابت ۱۹۱۷ء کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نواب صاحب مرحوم کو ابتدا سے انجمن سے کس قدر ہمدردی تھی :۔

"...... انجمن مسٹر سید راس مسعود صاحب کی ممنون ہے کہ وہ فرانسیسی زبان سے ایک کتاب* انجمن کے لیے ترجمہ فرمارہے ہیں۔ ایک حصّہ ترجمہ ہوچکا ہے باقی کتاب آئندہ تین ماہ میں ختم ہوجائے گی اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہر سال انجمن کے لیے فرانسیسی سے کوئی نہ کوئی کتاب، جو ملک کے لیے مفید ہو، ترجمہ کرکے انجمن کو دیں گے علاوہ اس کے انھوں نے انجمن کے لیے ایک عجیب و غریب کام کیا ہے جس کی مجھکو یا کسی دوسرے رکن کو کبھی توقع نہیں ہوسکتی تھی۔ انھوں نے اس مہینے میں مختلف مقامات سے ایک سو ارکان انجمن کے لیے فراہم کیے اور مجھے چھ سو رُپے کا چیک لاکر اسی پنڈال میں دیا ہے۔ انجمن سید صاحب ممدوح کی بے انتہا ممنون اور شکر گزار ہے۔ اگر انجمن کو چند ہمدرد بھی ایسے مل جائیں تو پھر اس کے

---

* "عربوں کی فوج کشی فرانس پر"

خاطر خواہ ترقی کرنے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہ سکتا ......"

انجمن ترقی اُردو کے مقاصد میں یہ بھی داخل تھا کہ قدیم کلام نظم و نثر کو ضایع ہونے سے بچایا جائے۔ چنانچہ جدید تالیفات و تصنیفات کے ساتھ ساتھ اس کام پر بھی خاص توجہ کی گئی۔ دریائے لطافت، نکات الشعرا، مثنوی خواب و خیال، تذکرہ شعرائے اُردو (مولانا میر حسن) ذکر میر، مخزن نکات، چمنستان شعرا، تذکرہ شعرائے اُردو (مصحفی) مخزن شعرا، تذکرہ شعرائے اُردو (از فتح علی گردیزی) ریاض الفصحا عقد ثریا، گل عجائب اور سب رس وغیرہ وہ کتابیں ہیں، جن کے نام ہی نام سُنا کرتے تھے اور بعض کتابیں تو جناب مولوی صاحب نے ایسی کھود کھود کر نکالی ہیں کہ ان کے نام بھی نہیں سنے گئے تھے حتیٰ کہ ہمارے تذکرہ نگار بھی اُن سے ناواقف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بقول ایک محقق کے زبان کی عمر میں دو سو برس کا اضافہ کر دیا ہے۔

جن حضرات کو قدیم قلمی نسخوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی کرم خوردہ نسخہ کا چھپوانا کیسی دماغ پاشی اور پتہ ماری کا کام ہے اور سب رس جیسی قدیم دکنی اُردو کی کتابوں کا پڑھنا تو گویا ماقبل تاریخ کتبوں کا پڑھنا ہے۔ مولوی صاحب کو اس فن میں خاص تبحر اور فضیلت حاصل ہے اور آپ نے قدیم دکنی اُردو کی کتابوں کی ترتیب کے ساتھ قدیم دکنی الفاظ کی فرہنگ بھی مرتب کی ہے۔ ہماری زبان کوئی بہت پرانی زبان نہیں ہے اور یہ بڑی شرمناک بات تھی کہ باوجود اس کم عمری کے اس کے ابتدائی دور کی کتابیں ناپید تھیں۔ انجمن ترقی اُردو کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے زبان کے اس افلاس کو دور کر دیا۔ اس کے علاوہ انجمن کے کتب خانے کے لیے اُردو زبان کے قدیم قلمی نسخے بڑی تلاش و جستجو سے مختلف مقامات کا سفر کر کے مہیا کیے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت جس قدر

نایاب قدیم قلمی ذخیرہ مولوی صاحب کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہی دنیا میں کسی دوسری جگہ نہ ہوگا۔

اب انجمن کی کامیابی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اس کو اپنے مقاصد میں تبدیلی کرنی پڑی کیونکہ جن مقاصد کے لیئے اس کا قیام عمل میں آیا تھا ان کو انجمن کی کارگزاریوں اور سرگرمیوں نے تنگ اور محدود ثابت کر دیا۔ چنانچہ انجمن نے ارادہ کیا کہ ایک علمی رسالہ بھی جاری کیا جائے۔ رسالہ اُردو سے پہلے جس طرح ہماری زبان میں کوئی خالص ادبی رسالہ نہیں تھا اسی طرح اب تک ملک میں کوئی خالص علمی رسالہ بھی جاری نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں انجمن نے اس ضرورت کو پورا کیا۔

اُردو میں اوّل تو سائنس کی کتابیں ہی بہت کم ہیں، دوسرے ماہرین علوم نے ان کے گرد اصطلاحات کا ایک ایسا قلعہ سا تیار کیا ہی کہ ہر کس و ناکس کا علمی مسائل تک دخل پانا مشکل ہی۔ یورپ اور امریکہ میں آئے دن جو انکشافات و ایجادات ہوتی رہتی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ آدمی ان سے بے خبر رہے۔ چنانچہ سائنس کے عام مسائل کو عام فہم زبان میں پیش کرنے کی غرض سے انجمن نے رسالہ "سائنس" جاری کیا۔ اُردو کی طرح یہ بھی سہ ماہی ہی اور ضخامت میں بھی اسی کے لگ بھگ ہی۔ "سائنس" کی ترتیب کا کام ابتدا ڈاکٹر مظفرالدین صاحب قریشی پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے انجام دیا ۱۹۲۹ میں مولوی محمود احمد خاں صاحب پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی اسے مرتب فرماتے رہے اور ۱۹۳۰ء سے مولوی نصیر احمد صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ بڑے سلیقہ سے مرتب فرما رہے ہیں یہ رسالہ گیارہ سال سے سائنس کے عام مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول بنانے کی کوشش کر رہا ہی مگر ملک کا مذاق ابھی اس درجہ کو نہیں پہونچا ہی کہ اس کے

علمی مضامین کی قیمت ادا کرسکے - چنانچہ انجمن کی رپوٹوں میں ہم برابر دیکھ رہے ہیں کہ :-

".... افسوس کہ "سائنس" کے خریدار بہت کم ہیں اور انجمن کو سالانہ خسارہ اٹھانا پڑتا ہی لیکن زبان و ادب کی ترقی کے لئے اس رسالہ کا جاری رکھنا ضروری ہی اگر لوگوں میں علمی مضامین کے پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوگیا تو یہ خسارہ کوئی چیز نہیں...."

انجمن کی یہ جرأت اور دلیری لائق تحسین اور قابل آفرین ہی - حالانکہ یہ رسالہ انجمن کے مقاصد میں داخل نہیں تھا لیکن زبان کی ترقی کے لیے ناگزیر سمجھا گیا - انجمن کی یہ قربانی کسی ملت یا مذہب کے لیے مخصوص نہیں ہی بلکہ یہ اس کی ایک ملکی اور قومی خدمت ہی -

ملک میں جب سے انگریزی تعلیم کا رواج ہوا تھا اس وقت سے عام شکایت تھی کہ ابتدائی جماعتوں کی کتب درسیہ کیا بہ اعتبار زبان اور کیا بہ اعتبار مضامین اچھی نہیں ہیں اور یہ شکایت کچھ اُردو ریڈروں ہی کے بارہ میں نہ تھی، ہندی کتب درسیہ میں بھی یہی نقائص موجود تھے چنانچہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں کتب درسیہ کی اصلاح کے لیے ایک کمیٹی بھی مقرر ہوئی تھی[1] مگر ریڈریں ان عیوب سے پاک نہ ہوسکیں - سنہ ۱۹۰۶ء میں کانفرنس کے ڈھاکہ کے اجلاس میں مدارس کے اردو کورس پر بھی یہی اعتراض ہوا - صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جوائنٹ سکریٹری کانفرنس نے نصاب کی کتابیں دفتر انجمن ترقی اُردو میں بھیج دیں - انجمن نے قابل اعتراض مقامات پر نشان لگا کے کتابیں کانفرنس کو واپس کردیں اور دوسرے سال حسب تحریک مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب یہ تجویز ہوئی کہ انجمن[2] کی طرف سے

---

[1] انسٹی ٹیوٹ گزٹ) ۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء صفحات ۹-۱۱-

[2] رپوٹ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء بمقام کراچی -

ضروری فنون انگریزی کی ابتدائی کتابوں کا ترجمہ کرا کے چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کیے جائیں، انگریزی کتابوں کا انتخاب بمشورہ پروفیسر ارنلڈ اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کیا جائے۔

بات کیا تھی اور ہو کیا گیا، دراصل ضرورت اس امر کی تھی کہ اُردو کی جدید درسی کتب (ریڈریں) اس نہج سے لکھوائی جائیں کہ وہ بچوں کے مدارج اور عمر و تجربہ کے مناسب حال اور دماغی اور اخلاقی قویٰ کی ترتیب اور شریفانہ جذبات کی تحریک کا باعث ہوں۔ زبان صاف ستھری ہو اور ہندستان کے تقریباً ہر حصے کے لیے کارآمد ہوں اُس[1] تجویز کو ۱۹۱۸ء میں جناب مولوی صاحب نے شائع بھی کیا تھا۔ اور اس کے متعلق کچھ رائیں بھی وصول ہوئی تھیں مگر انجمن میں اس وقت اتنی استطاعت نہ تھی کہ اِس کام کو انجام دے سکتی۔ البتہ اس کی دھن برابر لگی رہی اور آخر کار ۱۹۳۰ء میں یہ ضروری کام بھی پورا ہو گیا، یعنی درسیہ عثمانیہ کے نام سے اُردو کی ریڈریں شائع ہوئیں۔ ان کی اشاعت سے ایک طرف تو ملک کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوئی اور دوسری طرف انجمن کی آمدنی میں ہزاروں رُپے کا اضافہ ہونے لگا۔ درسیہ عثمانیہ کی ترتیب میں ان تمام امور کا لحاظ رکھا گیا ہے جو ابھی بیان کیے گئے اور یہ ریڈریں اس قابل ہیں کہ دوسرے صوبوں میں بھی رائج ہوں۔ ان ریڈروں کی خوبی کے متعلق صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ دکشنا ناگری پرچار سبھا صوبہ مدراس نے بھی اپنے ٹریننگ اسکول کے نصاب کے لیے انھیں ریڈروں کا انتخاب کیا ہے۔

انجمن کے اغراض کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جناب مولوی صاحب نے ہندستان کے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کئی سفر کیے ہیں۔

---

[1] رپوٹ انجمن ترقی اُردو ۱۹۱۸ء صفحہ ۳۲۔

اور ملک کا کوئی بڑا شہر مشکل سے ایسا ہوگا جہاں آپ نے اُردو کی راگنی نہ چھیڑی ہو اور اب ایسی عمر میں جب کہ ہم میں سے اکثر حضرات ہاتھ پاؤں ہلانے سے جی چراتے اور سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں - آپ نے اپنے دوروں کو اور وسیع کردیا ہے -

اردو زبان کی ابتدا مثل ہماری دوسری زبانوں کے شاعری سے ہوئی اور ایک مدت تک اسی چوچلے اور ناز و نعم میں اس نے پرورش پائی - نثر کا آغاز بہت بعد ہوا - اسی لیے زبان پر قدیم شعرا کا بہت بڑا احسان ہے - ان بزرگوں کا کلام فن کے لحاظ سے خواہ کیسا ہی ہو مگر اردو ادب اور زبان کی تاریخ نیز اس زمانہ کی معاشرت کے سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے - قدیم دواوین میں سے کچھ تو زمانہ کی دستبرد کی نذر ہو گئے بعض کے چھپنے کی نوبت نہ آئی اور بعض صرف ایک آدھ بار چھپ کر رہ گئے موجودہ دور میں چونکہ شاعری کا رنگ بدل چکا ہے اس لئے اب ان دواوین کی طرف سے ایک قسم کی بے اعتنائی برتی جارہی تھی ، جس سے قدیم کلام روز بروز تلف ہوا جارہا تھا - انجمن نے بروقت اس چیز کی طرف توجہ کی اور ۱۹۳۲ء سے فغاں ، آبرو ، تاباں ، ناجی اور میر شوق جرأت کے کلام کی ترتیب شروع کی اور تہیہ کیا ہے کہ اسی طرح رفتہ رفتہ دیگر اساتذہ کے کلام کو شائع اور محفوظ کردیا جائے -

انجمن ترقی اُردو اب تک تقریبًا ڈیڑھ سو کتابیں تیار کرچکی ہے جن میں سے چند زیر طبع اور باقی چھپ کر شائع ہوچکی ہیں - اس کی اکثر کتابیں بلند پایہ ہیں اور بعض ایسے موضوعوں پر ہیں ، جن پر اس سے قبل کسی نے قلم نہیں اُٹھایا - ملک میں یہ مطبوعات مقبول ہوئیں چنانچہ کئی کتابوں کے دوبارہ سہ بارہ چھاپنے کی ضرورت ہوئی - ہمارے ہاں بڑے بڑے کثیر التصانیف مصنف ہو گزرے ہیں

اور خدا کے فضل سے اب بھی ہیں لیکن اِن بزرگوں کے حال پر ہمیشہ خدا کی رحمت ہی رہی ۔علم و ادب کے دیوتا، جن کے قلم کے پجاری ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے فارغ البالی کا منہ نہیں دیکھ سکے الا ماشاء اللہ ۔ انجمن اپنی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمے کا معقول صلہ اہل قلم کو ادا کرتی ہے اور اسی طرح رسالۂ اُردو اور سائنس کے مقالہ نگاروں کو بھی معاوضہ دینے میں دریغ نہیں کرتی ۔ ظاہر ہے کہ یہ معاوضہ اُس معیار کا نہیں ہوتا جو یورپ کی بڑی زبانوں، خصوصًا انگریزی کے مشہور لکھنے والوں کو ملتے ہیں ۔ لیکن اوّل تو یہاں مطبوعات کی فروخت وہاں کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں دوسرے ابھی تک ہماری مشرقیت بھی اشاعت علم کو انسانی خدمت کی بجائے محض تجارت بنانے میں مانع آتی ہے ۔ پھر بھی یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انجمن ترقی اُردو نے زمانے کا رُخ پہچاننے میں کوتاہی نہیں کی اور ان اصول کو غالبًا سب سے پہلے اختیار کرلیا، جو یورپ زدہ ایشیا کا معمول بہا بنے بغیر نہ رہیں گے ۔

قومی کام کرنے والے بزرگوں کی طرح جناب مولوی صاحب کی ذات میں یہ وصف موجود ہے کہ خود بہت محنت کرتے ہیں اور دوسروں سے محنت لینا بھی خوب جانتے ہیں ۔ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود انجمن کے لیے وقف ہوگئے ہیں، دوسرے بھی انجمن کی خاطر یا ان کی خاطر اُردو کی خدمت کریں ۔ در اصل ان کے شریک کار کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جو کام اُسے دیا گیا ہے، وہ انسانیت کے لیے مفید ہے ۔ چنانچہ آپ نے رسالہ اُردو کے لیے بہت سے محققانہ مضامین اپنے احباب سے لکھوائے اور ترجمہ کرائے ہیں اور بعض حضرات نے تو پوری کتاب کی کتاب لکھ کر انجمن کی نذر کردی ۔ مولانا سید ہاشمی صاحب فرید آبادی انجمن کے کام کو اپنا کام سمجھتے ہیں آپ نے شروع ہی میں ایک کتاب

"تاریخ یونان قدیم" بڑی محنت سے لکھ کر انجمن کی نذر کردی۔ کپتان (میجر) لطافت حسین خاں صاحب آئی ایم۔ ایس (مرحوم) نے ۱۹۱۶ء میں، جب کہ انجمن کی مطبوعات انگلیوں پر گنی جاسکتی تھیں، ایک نہایت پاکیزہ کتاب "دیباچہ صحت" انجمن کو عنایت کی۔ جس کو مرحوم نے بڑی محنت سے لکھا تھا جناب مولوی معشوق حسین خاں صاحب (نواب معشوق جنگ بہادر) ابتدا سے مولوی صاحب کے معتقد اور انجمن کے معین ورفیق ہیں۔ مولانا حمیدالدین بی اے (مرحوم) جن کی ٹکر کے عالم ہندستان میں کیا، مصروشام میں بھی کم ہوں گے، انجمن سے کمال ہمدردی رکھتے تھے۔ عربی صرف ونحو پر نہایت آسان اور سلیس زبان میں بالکل جدید طرز پر چند رسالے انجمن کے لیے لکھے جن میں سے دو "اسباق النحو" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی سید وہاج الدین صاحب پروفیسر عثمانیہ کالج اورنگ آباد نے بھی انجمن کے ادبی کاموں میں بہت مدد دی ہے جس کا ذکر اصطلاحات علمیہ اور انگریزی اُردو لغت کے دیباچوں میں موجود ہے۔ آپ ترجمہ کرنے میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں اور رسالہ اُردو کے سینکڑوں صفحات آپ ہی کے ترجمہ کیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اور حضرات بھی ہیں جو جناب مولوی صاحب کے ارشاد کی تعمیل کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔

اس وقت انجمن کے جملہ ارکان کی تعداد ۳۲۵ ہے جس میں ہندو، مسلمان، پارسی اور عیسائی سب ہی تو شامل ہیں۔ ارکان دامی کی فہرست میں وہ حضرات آتے ہیں جنھوں نے سو دوسو سے لے کر پانسو رُپے تک انجمن کو عطا فرمائے ہیں اور یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے کہ اس فہرست میں سب سے پہلا نام ایک ہندو بزرگ راجا امانت راؤ مہا بلونت جاگیردار دوم کنڈہ کا ہے۔ ان محبان اُردو کی تعداد ۸۶ ہے جن میں ۲۳ ہندو صاحبان اور ۷ صاحبان انگریز ہیں۔ اسی طرح

سرپرستوں کی فہرست بھی ہندو محسنانِ اُردو سے خالی نہیں ہے جنھوں نے پانچ ہزار یک مشت یا پانسو رُپے سالانہ کی امداد عطا فرمائی ہے۔ انجمن ترقی اُردو نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اُردو کا کوئی خاص مذہب نہیں ہے اور وہ پورے ملک کی زبان ہے اور یہ سب جناب مولوی صاحب کی نیک نیتی، خلوص اور محنت کی کرامات ہے۔

گزشتہ چند سال سے یہ خیال عام ہوگیا تھا کہ اُردو اور ہندی کو ملانے کی غرض سے اُن کا مشترکہ نام ہندستانی قرار دیا جائے اور ایک ہی زبان، فارسی اور ناگری رسم خط میں تحریر ہوا کرے۔ لیکن ہندی حقیقت میں بہت محدود اور صرف گیتوں کی بولی تھی۔ چند روز میں ادبی اور علمی زبان بنانے کے لیے اس کے حامیوں نے سنسکرت کے نئے اور نامانوس الفاظ کثرت سے بھرنے شروع کیے اور افسوس ہے کہ پھر وہی ایک صدی پہلے کا تعصب تازہ ہوگیا کہ عربی فارسی کے ایسے الفاظ بھی جو مدت ہائے دراز سے ہندستان کے تعلیم یافتہ طبقے میں رائج اور ہماری مشترکہ زبان اُردو کا جز بن چکے ہیں، اُنھیں چُن چُن کے نکالنے لگے۔ یہی رنگ دیکھ کر جناب مولوی عبدالحق صاحب نے اورینٹل کانفرنس کے بڑودہ کے اجلاس (منعقدہ ۱۹۳۴) میں صاف کہہ دیا کہ ہندی اور اُردو اب ہرگز ایک نہیں رہیں۔ جب یہ حقیقت آشکارا ہوگئی تو ملک کی ایک جماعت نے اُردو کا گلا دبانے کی کوشش شروع کی اور "بھارتیہ سہتیہ پرشد" نے کھلے بندوں کہہ دیا کہ ملک میں ایک ہی زبان رہنی چاہیے اور یہ حق صرف ہندی کو حاصل ہے۔ اس جماعت کو اپنی چند روزہ طاقت پر گھمنڈ ہوگیا ہے۔ لیکن ان صاحبوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُردو چند لوگوں کی سازش یا کسی خاص فرقہ کی مرضی یا کسی مطلق العنان بادشاہ کے فرمان سے جاری نہیں ہوئی ہے یہ ملک کی

ضرورت سے پیدا ہوئی اور وہ ضرورت اب بھی باقی ہی۔ اُردو پر ایسے نازک مواقع کئی دفعہ آچکے ہیں اور وہ ان بھونچالوں میں ہمیشہ صحیح سلامت رہی ہی چنانچہ اب مولوی عبدالحق صاحب نے بھی ڈنکے کی چوٹ کہہ دیا ہی کہ اگر دشمنوں کی یہی نیت ہی تو ہم بھی ایسے ہیٹے نہیں ہیں کہ اسے فنا ہوتے دیکھیں اور چپ ہو رہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ انجمن ترقیٔ اردو کے دائرۂ عمل کو اور زیادہ وسعت دی جائے۔ اس غرض سے ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو منتخب اصحاب کی ایک کانفرنس کا انعقاد علی گڑھ یونیورسٹی میں کیا گیا۔ اس کانفرنس میں ہر صوبہ کے نمایندے موجود تھے کانفرنس کا اجلاس دو روز ہوا۔ پہلے روز کے اجلاس کی صدارت جناب خان بہادر راجا امیر احمد خاں والی محمود آباد نے فرمائی اور دوسرے روز کے اجلاس کے صدر جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدرالمہام تعلیمات وسیاسیات ووائس چانسلر جامعہ عثمانیہ تھے۔

کانفرنس کے لیے مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ نے ایک مجلس استقبالیہ مرتب کی تھی جس کے صدر جناب ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب وائس چانسلر اور سکریٹری جناب مولوی رشید احمد صاحب صدیقی صدر شعبہ اُردو تھے۔ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ نے اپنی قدیم روایات کو قائم رکھا اور بڑے جوش اور خلوص سے کانفرنس کے انتظامات انجام دیے۔

اس کانفرنس کی مفصل رپوٹ علیحدہ چھپ چکی ہی۔ ذیل میں صرف ان تجاویز کا ذکر کیا جاتا ہی جو کانفرنس میں متفقہ طور پر منظور ہوئیں۔

کانفرنس نے کام کی سہولت کی غرض سے انجمن کے لیے تین مجلسوں کا قائم کرنا ضروری سمجھا۔

۱۔ اصلاح زبان کی کمیٹی۔

اس کمیٹی کے گیارہ ارکان ہوں گے اور کمیٹی زیادہ سے زیادہ حسب ضرورت چار ارکان کا اضافہ کر سکے گی ۔

اس کمیٹی کے فرائض حسب ذیل ہوں گے ۔

۱۔ زبان کے مسائل کے متعلق ملک کے سربرآوردہ اہلِ ادب کی رائیں حاصل کر کے ان پر غور کرے اور ان رائوں کی بنا پر فیصلے صادر کرے ۔

۲۔ ان تمام تجویزوں پر غور کرے اور فیصلے صادر کرے جن سے رسم خط اور طباعت کی اصلاح متصور ہو ۔

۲۔ ادبی کمیٹی ۔

اس کے پچیس ارکان ہوں گے اور کمیٹی زیادہ سے زیادہ حسب ضرورت دس ارکان کا اضافہ کر سکے گی ۔ اس کے متعلق حسب ذیل کام ہوں گے ۔

۱۔ مناسب کتابوں کا ترجمہ کے لیے انتخاب کرنا ۔

۲۔ مختلف عنوانات کا تالیف کے لیے انتخاب کرنا اور ان کے مصنفین و مؤلفین کو منتخب کرنا ۔

۳۔ اُردو کی کتابوں کو جو پہلے کبھی چھپ چکی ہیں یا ابھی تک نہیں چھپیں ، منتخب کر کے ان کی تصحیح و ترتیب کا انتظام کرنا ۔

۴۔ علمی ، فنی اور ادبی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور عام معلومات اور دلچسپی کی کتابیں عام فہم زبان میں لکھوانا اور کثرت سے مناسب قیمت پر شائع کرنا ۔

۳۔ اشاعت خانہ کمیٹی ۔

اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد تیرہ ہوگی ۔ جس کا کام یہ ہوگا کہ مجوزہ اُردو اشاعت خانے کی مکمل اسکیم پیش کرے ۔

ان کمیٹیوں کے علاوہ کانفرنس نے مفصلہ ذیل تجاویز منظور کیں :۔

۱- طے پایا کہ برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں میں اردو کی اشاعت کے مرکز بڑے بڑے شہروں میں قائم کئے جائیں۔

۲- قرار پایا کہ انجمن ترقی اُردو کا مرکز دہلی قرار دیا جائے اور جس قدر جلد ممکن ہو انجمن کے موجودہ دفتر وغیرہ دہلی میں منتقل کئے جائیں۔

۳- انجمن ترقی اُردو کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا ایک وسیع کتب خانہ دلّی میں قائم کیا جائے۔

۴- قرار پایا کہ انجمن کا اشاعت خانہ (پبلشنگ ہاؤس) وسیع پیمانہ پر دلی میں قائم کیا جائے۔

کانفرنس کی مذکورہ بالا تجاویز بڑی لمبی چوڑی ہیں، جن کو عمل میں لانے کے لئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے لیکن انجمن کو اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، اب اسے پریشان یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس کی امید بھری نظریں پھر اس سرچیون چشمے کی طرف اٹھیں جس کے پانیوں کی روانی و دوانی سے ہندستان کیا یورپ کی بہت سی انجمنوں کی کھیتیاں سرسبز اور شاداب ہو رہی ہیں چنانچہ اس سال کے شروع میں انجمن کو سالانہ بیس نئی کتابیں شائع کرنے کی شرط پر چھ سال کے لیئے پینتالیس ہزار روپے سالانہ کی بیش قرار امداد منظور فرمائی گئی۔

یوں تو دورِ عثمانی کی بہت سی برکات ہیں جو زمانہ کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں لیکن بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اُردو زبان جب تک دُنیا کے پردے پر قائم رہے گی، اس کے ساتھ حضرت اقدس و اعلیٰ میر عثمان علی خاں بہادر فرماں روائے حیدر آباد و برار کا نام نامی باقی رہے گا۔ یہ شاہانہ امداد ابھی چھ سال کے لیے منظور فرمائی گئی ہے۔ لیکن دولت آصفیہ کی روایتی فیاضیوں سے قوی امید ہے کہ آئندہ

یہ امداد مستقل ہو جائے گی۔

کانفرنس کی تجاویز کو عمل میں لانے کے لئے جناب مولوی صاحب نے ملک کے طول و عرض میں دورے شروع کر دئے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں حسب قرارداد کانفرنس مختلف مقامات میں انجمن کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں اور صدر دفتر انجمن کے دہلی میں منتقل کئے جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔

سنہ میں انجمن کے صدر نواب سر مسعود جنگ بہادر نے انتقال فرمایا یہ ایک قومی مصیبت تھی۔ ہندستان کے اس مایۂ ناز فرزند کی وفات حسرت آیات نے ہندستان اور انگلستان میں جابجا صف ماتم بچھا دی اور ابھی تک ان کے احباب کے آنسو خشک نہیں ہوئے ہیں۔ مرحوم کی بلند مرتبہ سیرت، نفاست ذوق، حب وطن، اعلیٰ اخلاق ــــ ان سب کے تفصیلی حالات رسالہ اُردو کے "مسعود نمبر" میں شائع ہو چکے ہیں۔ قوم کو آئندہ بہت دنوں تک جب کسی بڑے کام کے سرانجام کی ضرورت پیش آئے گی تو ان کی یاد دلوں کو تڑپائے گی۔ مرحوم کو اُردو سے ایک قسم کا عشق تھا۔ آپ شروع سے انجمن کے کاموں کی قدر فرماتے تھے۔ انجمن کی مطبوعات کی فروخت میں جو یکایک نمایاں تغیر پیدا ہو گیا تھا وہ بہت کچھ انہی کی حسن توجہ کا نتیجہ تھا۔ رسالہ اُردو کی بہت سی کاپیاں محکمہ تعلیمات کے لئے خرید کر انجمن کی ہمت افزائی فرمائی۔ وہ فرانسیسی زبان کے فاضل تھے اور وعدہ کیا تھا کہ فرانسیسی سے اُردو میں انجمن کے لئے منتخب کتابیں ترجمہ کرتے رہیں گے۔ انجمن کی ترقی کا خیال اس درجہ تھا کہ اس کے لئے انہوں نے نہ صرف انگلستان سے چندہ روانہ کیا بلکہ ۱۹۲۵ء میں جاپان جیسے مارواڑی ملک سے چندہ ارسال فرمایا اور جب سے انجمن نے آپ کا دامن پکڑ لیا تھا آپ نے اس کی جڑیں پاتال کو پہونچانی شروع کر دی تھیں۔ تیس ہزار سے

اوپر اس کے لئے مد محفوظ میں جمع کرادیا تھا اور یہ عزم فرمایا تھا کہ اسی طرح ایک لاکھ کا سرمایہ جمع فرمادیں ۔ ان کی نیک نفسی اور غیر معمولی سعی سے امید تھی کہ آپ ضرور اپنے ارادے میں کامیاب ہوتے لیکن افسوس کہ ان کی بے وقت موت نے انجمن ترقی اردو اور نہ معلوم قوم کی کتنی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا ۔

انجمن ترقیٔ اُردو کی کہانی عزم و استقلال ، محنت و ہمدردی اور خلوص و ایثار کی کہانی ہے ۔ اس کے ہیرو کی پاک اور بلند مرتبہ سیرت ملک کے لیے ایک سبق ہے ۔ اس کے بڑھاپے پر جوانوں کو رشک آتا ہے ، اس کی سرگرمیوں اور مستعدیوں کو دیکھ کر دل میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے ۔ اس کی زندگی کا ہر لحظہ اُردو کی ترقی کے خیال میں گزرتا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں کہ انجمن کے باغ کی خزاں سدا بہار سے بدل گئی اور اب اس کی قلمیں ملک کے کونے کونے میں لگائی جارہی ہیں ۔ قوم کو اب یہ شکایت نہیں ہوسکتی کہ اس میں ہمدردی اور خلوص سے کام کرنے والے موجود نہیں ہیں بلکہ قوم سے یہ شکوہ ہوسکتا ہے کہ آٹھ کروڑ میں سے اب تک آٹھ لاکھ نہیں ، آٹھ ہزار بھی حضرات ایسے نہ ملے جو زیادہ نہیں سو سو روپیہ ہی ترقیٔ اُردو کے واسطے فراہم کردیں ۔ زبان اردو کی ترقی ملک کی علمی اور ذہنی ترقی ہے اور انجمن کا آخری مقصد ملک میں ایک عام اتحاد اور عالمگیر محبت پیدا کرنا ہے ۔ بہت مبارک ہیں وہ حضرات جو انجمن کی مدد کرتے اور اس کے مقاصد سے ہمدردی رکھتے ہیں ۔ ہم نے اس تحریر میں جناب مولوی عبدالحق صاحب قبلہ مدظلہٗ کی گزشتہ پچیس سال کی عرقریزیوں اور جانفشانیوں کا ایک سرسری سا خاکہ پیش کیا ہے اور گویا یہ آپ کی معتمدی کی سلور جوبلی ہے ۔ خدا وہ دن لائے کہ ملک آپ کی گولڈن جوبلی اور ڈائمنڈ جوبلی منائے ۔

غلام ربانی

حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۳۷ء

تتمہ

موجودہ صدر کا انتخاب

سر سیّد راس مسعود مرحوم کے بعد سے مجلس نظمائے انجمن ترقیٔ اُردو کی صدارت کا منصب خالی تھا رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری نے تحریک کی کہ رائٹ آنریبل ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو سے بہتر اور موزوں کوئی شخص اس منصب کے لیے نہیں ہوسکتا۔ تمام ارکانِ مجلس نے اس سے اتفاق کیا اور سر تیج بہادر سے درخواست کی گئی۔ خوشی کی بات ہی کہ سر تیج بہادر نے انجمن کی درخواست قبول فرمائی۔

سر تیج بہادر سپرو اُردو کے بہت بڑے حامی ہیں اور انھیں اس زبان سے خاص لگاؤ ہی یہ انجمن کی خوش قسمتی ہی کہ ایسا فاضل اور صاحبِ ذوق صدر اسے مل گیا۔

انجمن کی منتقلی دہلی میں

آل انڈیا اُردو کانفرنس علی گڑھ منعقدہ ۲۴-۲۵- اکتوبر ۱۹۳۶ء کے فیصلے کے مطابق نومبر ۱۹۳۸ء میں انجمن کا صدر دفتر اورنگ آباد۔ دکن سے دہلی منتقل ہوا۔ فی الحال ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ہی۔ لیکن جب تک انجمن کی اپنی عمارت نہ ہو۔ اس کی ضروریات صحیح طور سے پوری نہیں ہوسکتیں ۔ اپنی عمارت بنانے کے خیال سے ایک بہت اچھے مقام پر زمین کا انتخاب کرکے اس کے حصول کے لیے درخواست بھیج دی گئی ہی۔

منظوری حاصل ہونے پر تعمیر کا کام شروع کردیا جائے گا۔ انجمن نے تعمیر فنڈ کے نام سے امپیریل بینک آف انڈیا نئی دہلی میں الگ کھاتہ بھی کھول دیا ہے اور اس سلسلے میں جس قدر عطیے اب تک وصول ہوئے ہیں وہ اس فنڈ میں جمع ہیں۔

انجمن کی مطبوعات

انگریزی اُردو لغت سن ۱۹۳۷ء میں انجمن نے سب سے بڑی قابلِ قدر کتاب یعنی اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری شائع کی یہ بڑی تقطیع کے تقریباً سولہ سو صفحوں پر ہے اور ہر صفحہ میں دو کالم ہیں۔ یہ کئی سال کی متواتر محنت اور متعدد دماغوں کی کوشش و کاوش کا نتیجہ ہے۔ ہندستان کیا ایشیا کی کسی زبان میں ایسی جامع اور مبسوط ڈکشنری اب تک لکھی نہیں گئی۔ ہماری زبان میں ایسی ڈکشنری کی شدید ضرورت تھی۔ اور خوشی کی بات ہے کہ یہ ضرورت بوجہ احسن پوری ہوگئی۔ اس بڑی لغت کی قیمت سولہ رُپے ہے۔ اِس لیے طلباء اور کم استطاعت لوگ اس کو خریدنے سے ہچکچاتے ہیں۔ انجمن نے اس خیال سے اس کا ایک خلاصہ اسٹوڈنٹس اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری کے نام سے شائع کیا ہے اور اس کی قیمت صرف پانچ رُپے رکھی ہے باوجود اختصار کے یہ بھی بہت جامع لغت ہے۔ اس کے علاوہ مندرجۂ ذیل کتابیں پچھلے دو سال میں انجمن نے شائع کیں۔

نمبر ا۔ چند ہم عصر اس میں شیخ چاند مرحوم نے جناب مولوی عبدالحق صاحب کے وہ مضامین جو اُنھوں نے بعض ہم عصر بزرگوں اور احباب کی وفات پر یا کسی دوسرے ضمن میں لکھے تھے، مختلف رسالوں اور کتابوں وغیرہ سے بڑی تلاش کے بعد جمع کیے ہیں۔

نمبر ۲۔ جگ بیتی یہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی صاحب کی جدید مثنوی ہے۔

یہ مثنوی ہماری اکثر قدیم مثنویوں کی طرح فرضی اور خیالی یا غیر فطری قصہ پر مبنی نہیں بلکہ اس کا تعلق ہمارے زمانے کی موجودہ زندگی سے ہے اور اسے اس نہج سے بیان کیا ہے کہ اس کا اثر زمانۂ حال کی کشمکش اور خصوصاً ہندو مسلم تعلقات پر بہت ہی اچھا مترتب ہوتا ہے۔

نمبر ۳۔ نُصرتی، ملک الشعرائے بیجاپور نُصرتی جو عادل شاہ ثانی سلطان بیجاپور کے دربار کا ملک الشعرا تھا، قدیم دکنی اُردو میں بہت بڑے پائے کا شاعر گزرا ہے۔ رزم و بزم دونوں کا استاد تھا۔ یہ محققانہ کتاب اس نامور شاعر کے حالات و کلام پر ہے۔ یہ باقساط رسالۂ "اُردو" میں شائع ہوئی تھی۔ اب بعد نظر ثانی و اصلاح و اضافہ مع فرہنگ و تصاویر (جن کا تعلق نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" سے ہے اور جو ایک قدیم باکمال مصور کی یادگار ہیں) شائع کی گئی ہے۔ تالیف جناب مولوی عبدالحق صاحب بالقابہ۔

نمبر ۴۔ مثنوی قطب و مشتری یہ وجہی مصنف "سب رس" کی ۱۰۱۸ ہجری کی تصنیف اور قدیم دکنی اُردو کا بہت اچھا نمونہ ہے کیوں کہ وجہی اپنے زمانے کا بہت بڑا ادیب گزرا ہے۔

نمبر ۵۔ اصطلاحاتِ علمیہ، حصہ کیمیا بارہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ انجمن نے اصطلاحات علمیہ کی ایک فرہنگ شائع کی تھی۔ اب اس میں معتد بہ اضافہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ تمام اصطلاحات پر نظر ثانی بھی کی گئی ہے اور جہاں تک ممکن ہوا سہل الفاظ رکھے گئے ہیں۔ ایک حصہ جو کیمیا سے متعلق ہے چھپ چکا ہے۔ باقی حصے زیر طبع ہیں۔

نمبر ۶۔ شکنتلا شکنتلا کالی داس کی مہا تصنیف ہے۔ اس کا ترجمہ دنیا کی تمام شائستہ زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اُردو میں بھی یہ ڈراما آچکا ہے لیکن

مسخ صورت ہیں۔ اب پہلی بار راست سنسکرت سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہی اور اس امر کا التزام کیا گیا ہی کہ کالی داس کی خوبیوں کو قائم رکھا جائے۔

نمبر ۷۔ معلومات سائنس اس کتاب میں سائنس کے جدید مسائل و اکتشافات پر متعدد مضامین ہیں جو علمی لحاظ سے دلچسپ اور پر از معلومات ہیں۔ ضروری نقشے اور تصویریں بھی شامل ہیں طرز بیان اور زبان کو جہاں تک ہو سکا، سادہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہی۔

نمبر ۸۔ حیات کیا ہی؟ اس کتاب میں حیات کی ابتدا اور اس کے ارتقا کو سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہی یہ بہت مفید اور دلچسپ کتاب ہی۔ بہت سے نقشے اور تصویریں بھی دی گئی ہیں تاکہ جو بیانات کتاب میں آئے ہیں وہ آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

نمبر ۹۔ تاریخ دستور حکومت ہند مؤلفہ ڈاکٹر یوسف حسین صاحب ریڈر جامعہ عثمانیہ۔ اس میں ابتدائے تسلط برطانیہ سے اب تک کے دستور آئین حکومت پر مفصل بحث کی گئی ہی۔ اردو میں اس موضوع پر ایسی جامع کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔

نمبر ۱۰۔ انتخاب کلام وحید وحید، اکبر الہ آبادی کے اُستاد اور اپنے زمانے کے مشہور شاعر تھے۔ اُن کا کلام اب تک طبع نہیں ہوا تھا۔ یہ بہت پرگو شاعر تھے اور ان کا کلام دو ضخیم جلدوں میں ہی انجمن نے بڑی کوشش سے اسے دستیاب کیا اور اب اس کا انتخاب شائع کیا ہی وحید کے کلام کے مشتاق اس کی ضرور قدر کریں گے۔

نمبر ۱۱۔ اندرون ہند نامور ترکی خاتون خالدہ ادیب خانم کی جدید تصنیف (Inside India) کا ترجمہ فاضل مصنفہ کے مشاہدات اور خیالات پڑھنے کے

قابل ہیں - بہت دلچسپ کتاب ہے -

نمبر ۱۲ - چند تنقیدات عبدالحق | مولوی عبدالحق صاحب بالقابہم کی وہ معرکہ آلارا تنقیدات جو انھوں نے مختلف کتابوں پر رسالہ اُردو کے مختلف نمبروں میں لکھیں، جمع کر کے شایع کی گئی ہیں -

مندرجہ ذیل کتابیں زیر طبع ہیں اور ۱۹۳۹ء میں شایع ہو جائیں گی

۱ - **عرفانیات فانی** - یہ حضرت فانی بدایونی کا کلام ہے - اس سے قبل بھی مدت ہوئی "باقیات فانی" کے نام سے آپ کے کلام کا کچھ حصّہ شائع ہوا تھا - اب انجمن اس وقت تک کا پورا کلام شائع کر رہی ہے -

۲ - **حیات جاوید** - یہ سرسید احمد خاں مرحوم کی سوانح عمری نہیں بلکہ اس زمانے کے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور جد و جہد کی تاریخ ہے - یہ کتاب اب کہیں نہیں ملتی - اس لیے خواجہ سجاد حسین صاحب کی اجازت سے انجمن کی طرف سے شایع کی جا رہی ہے -

۳ - **حکایات رومی حصّۂ اوّل** - مولانا روم نے اپنی زندۂ جاوید مثنوی میں موقع موقع سے بہت سی حکایتیں بیان کی ہیں جن میں اکثر بہت ہی سبق آموز اور دلچسپ ہیں - ایسی تمام حکایتوں کو سلیس زبان میں لکھ کر کتاب کی صورت میں شایع کیا جا رہا ہے - دوسرا حصّہ زیر ترتیب ہے -

۴ - **اصطلاحات پیشہ وراں حصّہ اوّل** - اس میں ہزاروں لفظ ایسے ہیں جو نہ تمام کتابوں میں ملتے ہیں نہ لغات میں اور افسوس یہ ہے کہ اب بول چال سے بھی مٹتے جاتے ہیں - انجمن نے بڑی محنت سے یہ الفاظ جمع کیے ہیں - ان کی تشریح سلیس زبان میں کی گئی ہے اور اکثر اصطلاحات کے ساتھ تصویریں

بھی دی گئی ہیں - دوسرے حصے زیر ترتیب ہیں -

۵ - **تقویم سنین ہجری و عیسوی** - اس تقویم میں سنہ ایک ہجری سے ۱۵۰۰ تک ہجری اور عیسوی سنین کی مطابقت دکھائی گئی ہے - دوسری جنتریوں میں (خواہ انگریزی ہوں یا کسی دوسری زبان کی) یہ دقت ہوتی ہے کہ علاوہ ورق گردانی کے علیحدہ حساب بھی کرنا پڑتا ہے اور کافی وقت صرف کرنے کے بعد صرف قریبی تاریخ معلوم ہوسکتی ہے - اس تقویم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں علاوہ سن کے مہینہ، تاریخ اور دن بھی معلوم ہوسکتا ہے -

۶ - **اخوان الصفا** - یہ وہ مشہور کتاب ہے جسے فورٹ ولیم کالج میں مولوی اکرام علی نے عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا تھا یہ متعدد بار شایع ہوئی لیکن بعد کے نسخے بہت غلط چھپے ہیں اور کاتبوں اور مرتبوں نے ان میں بہت کچھ تحریف کردی ہے انجمن نے قدیم اور جدید نسخے جمع کرکے ایک صحیح نسخہ مرتب کیا ہے - یہ سوا سو سال پہلے کی زبان ہے اور اسے بجنسہ قائم رکھا گیا ہے - بہت دلچسپ کتاب ہے اور عالم و عامی دونوں پڑھ سکتے ہیں -

۷ - **اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام** - مؤلفہ مولوی عبدالحق صاحب - یہ کتاب اس سے پہلے شایع ہوچکی ہے اب کچھ ترمیم اور اضافے کے ساتھ انجمن دوبارہ شایع کررہی ہے - اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُردو زبان کی اشاعت اور ترویج میں صوفیائے کرام نے کیا کام کیا - اس میں ابتدائی درویشوں سے لے کر گیارہویں صدی ہجری تک کے مشاہیر صوفیا اور اولیا کا تذکرہ اور کلام ہے -

۸ - **تذکرۂ میر حسن** - اس سے پہلے انجمن کی طرف سے تذکرۂ شعرائے اُردو مصنفہ میر حسن شایع ہوچکا ہے - اس کے بعض نسخے جو اب دستیاب ہوئے

اُن سے مقابلہ کرنے اور نئی تحقیق کے بعد یہ تذکرہ ازسرِنو شایع کیا جا رہا ہے۔

۹۔ **تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید۔** یہ پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران کی آخری کڑی ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر مرحوم نے آخری چار صدی کی ادبیات کا تذکرہ کیا ہے اور عہد جدید پر ختم کر دیا ہے۔ یہ کتاب ادبی اور تاریخی لحاظ سے ترجمہ کے قابل تھی اس لیے انجمن اس کا خاص طور پر ترجمہ کروا کر شایع کر رہی ہے۔

۱۰۔ **پیامِ شباب۔** بنگال کے نامور شاعر قاضی نذر الاسلام کی بنگالی نظموں کا ترجمہ۔

سنہ ۱۹۴۰ء کا پروگرام مطبوعات

ذیل میں ان کتابوں کے نام دیے جاتے ہیں جو اس وقت زیرِ ترتیب ہیں یا جن کے مسودے پریس میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ کتابیں سنہ ۱۹۴۰ء تک شایع ہو جائیں گی۔

۱۔ **میرا بچپن۔** (میکسم گورکی کی خود نوشت سوانح عمری)

۲۔ **دباغت۔** (ایک ہندستانی ماہر فن دباغت کی تصنیف)

۳۔ **حکایات رومی حصّہ دوم۔**

۴۔ **حیات جمال الدّین۔** (سید جمال الدّین افغانی کی مکمل اور جامع سوانح عمری)

۵۔ **زردشت۔** (نٹشے کی تصنیف Thus spake Zaratushtra کا اصل جرمن سے ترجمہ)

۶۔ **اضافیت۔**

۷۔ **الف لیلہ** (عربی سے ترجمہ) جلد اوّل۔

۸ - خطباتِ عبدالحق -

۹ - دیوانِ جوشش -

۱۰ - اقبال - (علامہ محمد اقبال مرحوم سے متعلق مضامین کتابی صورت میں جو رسالہ اُردو اکتوبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہو چکے ہیں -

۱۱ - اصطلاحاتِ پیشہ وراں حصّہ دوم -

۱۲ - معمارِ اعظم - (ابسن کے ڈرامے Great Builder کا ترجمہ)

۱۳ - ادبیاتِ روس -

۱۴ - ملک محمد جائسی - (حالات و کلام)

۱۵ - اکبر الہ آبادی - (حالات و کلام)

۱۶ - انسان - (سائنس)

۱۷ - نسلیات ETHNOLOGY (بیرن عمر سے تالیف کرائی جا رہی ہے)

۱۸ - جولیس سیزر (شیکسپیر کے ڈرامے کا ترجمہ)

۱۹ - اصطلاحاتِ معاشیات، تاریخ و سیاسیات - عمرانیات -

۲۰ - اصطلاحاتِ طبیعیات

۹۳۰۳